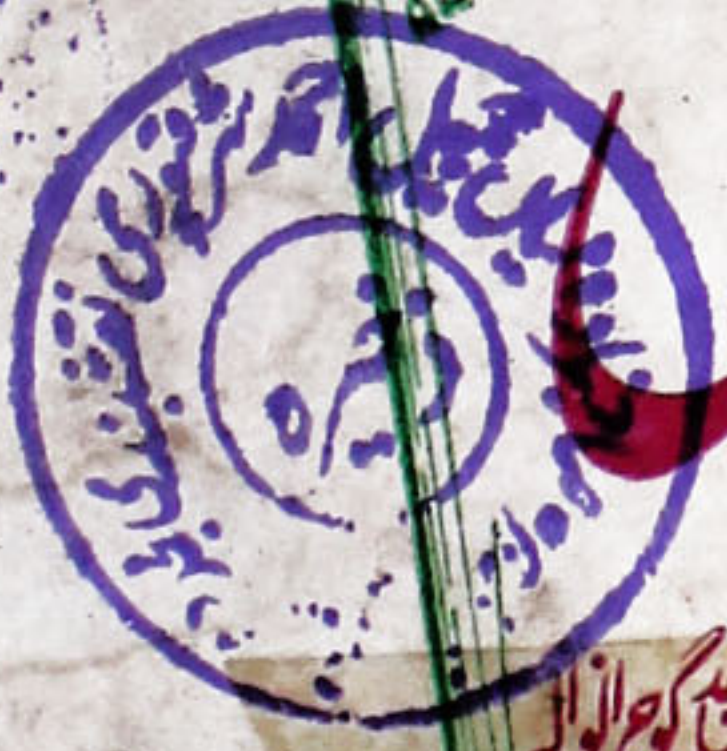


4001

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



کتاب

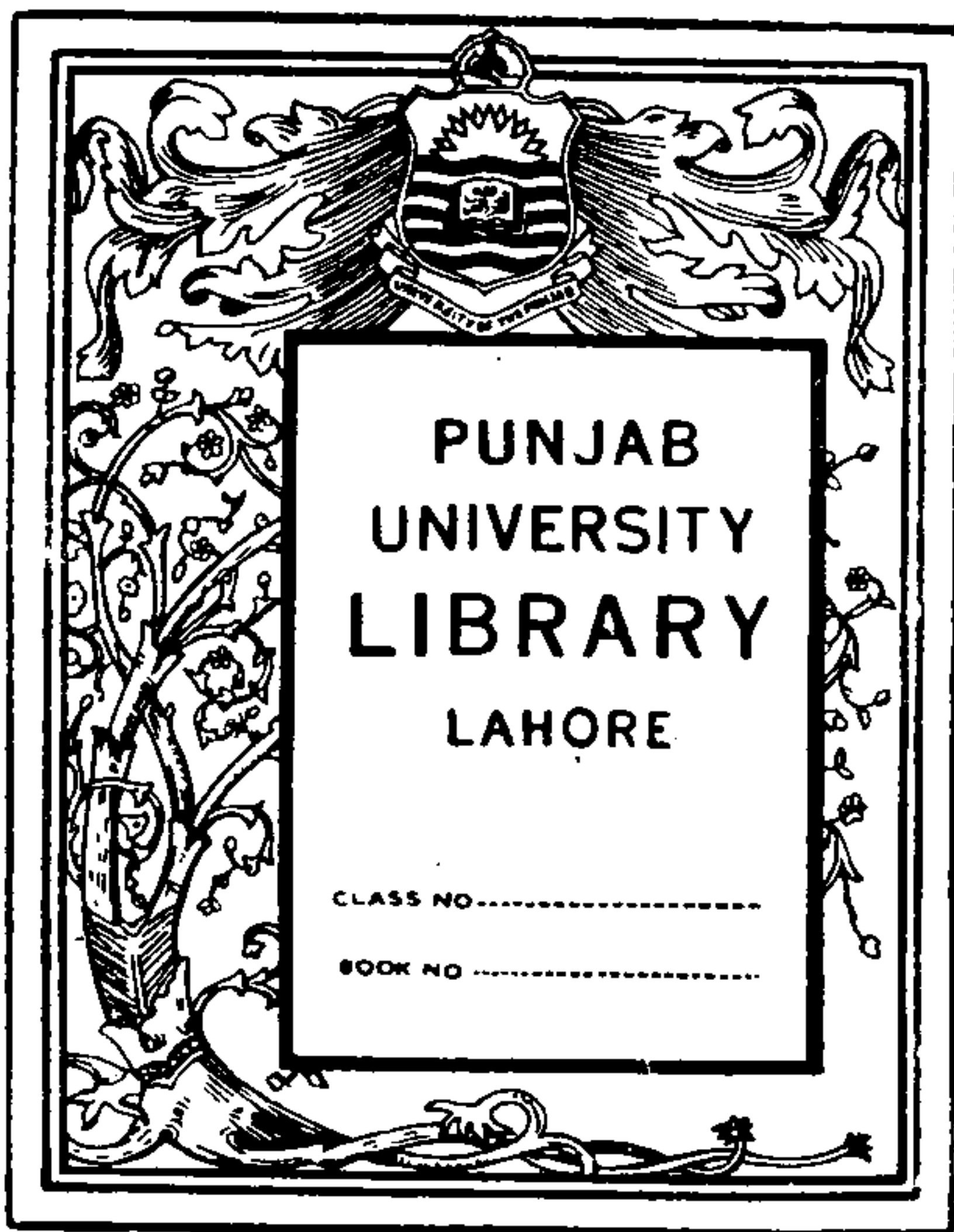


شاه محمد نوری

مولانا الحاج ابوداؤد محمد صاوق صاحب زینۃ المساجد کوہر الزوال



4001



S-369—Punjab University Press 10,000—29-1-2003

يَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مِنْ مَثَرَتُنَا فِي النَّارِ

سواد اعظم کی نمائندہ سیاسی تنظیم

شاہ احمد لورائی

مرتبہ

مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب زینۃ المصنفین گوہر نوالہ

فاشر

مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوہر نوالہ

میت تین روپے پچاس پیسے

بار دوم

انتساب

87267

87267

(خلیفہ مجاز المحض امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی)

عالمی مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ
کے نام

جن کے فرزند ارجمند نے پاکستان و بیرون پاکستان
ان کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ سو آوا عظمت کو ولولہ نو بخشا۔
مختصر سیاسی دور میں عزت و شہرت کے عروج کو پہنچا۔ اپنی
حق گوئی و استقامت حسن تدبیر اور بے مثال سیاسی بصیرت
سے مستم ثبوت اور اسلام و سنت کا پرچم اٹھایا۔
اہل سنت کا نام روشن کیا اور جمعیت العلماء پاکستان کو چار
چاند لگا دیے۔

ع این کار از تو آید و من پسین کند۔

الفقیہ البوداؤد محمد بن غفرلہ
۱۳۹۳ رمضان المبارک

ہیں حاکمانِ وقت بھی مرعوبِ نذہباد

(جائی بی اے۔ علیگ)

وام احمد زور

نورانی تو ہے دینِ محمد کی آبرو !
دنیا میں کر دیا ہے جمعیت کو نمرخو
تیرے خلوص و عزم کا چرچا ہے چار سو (دو سو)
لکھائیں کے تیری ہر اسساں ہو اٹھو (نہ سو)

ملت کو ہر محاذ پر درسِ عمل دیا
فتنوں کو اپنے نعرہ حق سے کھیل دیا
اندارِ فکر قوم کا یکسر بدل دیا
دشمن کو جو جواب دیا بر محل دیا

زندہ کیا ہے دینِ رسالت مآب کو
روکے اب ارضِ پاک میں اس انقلاب کو
پھیلادیا ہے درسِ حدیث و کتاب کو
یہ حوصلہ کہاں کسی خانہ غراب کو

اے حضرتِ علیم کے فرزندِ ارجمند
ہر قول و لہجہ میں ہے ہر فعل و لہجہ
پرچم کو مصطفیٰ کے کیا تو نے سر بلند
اے کاش تیرا نیرِ اقبال ہو بلند

(عہ صلا اللہ علیہ و آلہ وسلم)

یہ تیرا دبدبہ یہ تیری نشان مر حبا جوشِ جہاد و قوتِ ایمان مر حبا
یہ تیرا عزمِ راسخ و ایقان مر حبا تجھیر لب پہ ہاتھ میں قرآن مر حبا

ہر قلبِ مضطرب کی دُعا تیرے ساتھ ہے تابدِ شاہِ کربِ بلا تیرے ساتھ ہے
سرکارِ دو جہاں کی رضا تیرے ساتھ ہے اے رہائے قومِ خدا تیرے ساتھ ہے

نوارِ ثنّٰی ثرّٰیثِ ثناء انا ہے اے دینِ حق کی لگنِ صبح و شام ہے
نازاں ہے جس پر قومِ وہِ عالی مقام ہے جانی کو تیری مدح میں پھر کیا کلام ہے

یہ تیری حکمتیں تیرے اسلوبِ زندہ باد
اے ملک اور قوم کے محسوسِ زندہ باد
تو نے کیا ہے کُفر کو مغلوبِ زندہ باد
ہیں حاکمانِ وقت بھی مرعوبِ زندہ باد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ - وَ عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ
آما بعد - عربی مدنی حضرات کا لباس ان سے ملتی جلتی شکل و شباهت اور ان ہی
جیسا اخلاق و شیریں اندازِ کلام، یا یوں کہیے - باعتماد، باوقار و لباس، باوقار
و بارعب چہرہ - اور باوقار پرکشش نام - اور بقول چودھری فضل الہی عسکری
قومی اسمبلی - نام بھی نوزانی - دائرہ بھی نوزانی، اور چہرہ بھی نوزانی - یہ ہیں صد
جمعیت، فخر اہل سنت و طہل حریت - مجاہد اسلام - مولانا شاہ احمد نوزانی
صدیقی و تادری رضوی مدظلہ العالی - ۵

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز

یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

تاریخ گواہ ہے - کہ دنیا میں دو قسم کی شخصیتیں پائی جاتی ہیں - ایک وہ جو

ع بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

کے مصداق اپنی بے عملی - غلط تدبیری - خود بینی اور ابنِ الوقتی و خوشامدی ذہنیت

کے باعث وقتی و ذاتی مفاد کے حصول میں سرگرم ہو کر خود بھی تاریخ میں بدنام

ہو جاتی ہیں اور جس قوم جماعت اور گروہ سے ان کا تعلق ہوتا ہے، ان کی بھی بدنامی

و ترمساری کا باعث بنتی ہیں - اور

(۵ - اب وہ صدر پاکستان ہیں)

دوسری شخصیت : دوسری شخصیت وہ لوگ ہیں۔ جو ع

زمانہ باتوں سازد تو بزمانہ سنیز۔ کے مصداق خلوص و
بے غرضی اپنی فعالیت دسرگرمی۔ اور اپنی استقامت و اصول پسندی کے باعث
ظاہری خطرات و مشکلات کے باوجود زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔ اور خود بھی بے تاج
بادشاہ بن کر عزت و شہرت کے بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ اور جس قوم جماعت
اور گروہ سے ان کا تعلق ہوتا ہے ان کے لئے بھی وجہ افتخار اور باعث
عزت و سر بلندی ثابت ہوتے ہیں۔ موجودہ عقائق گواہ ہیں کہ مانشاہد اللہ مولانا
شاہ احمد نورانی بھی انہی زندہ جاوید شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔

۵ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

وجہ تالیف۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے بفضلِ خدا و بوسیدہ مصطفیٰ
علیہ التحیۃ والثناء مختصر عرصہ میں جو تاریخی خدمات و عظیم کارنامے سر انجام دیے۔
ہیں اور حق گوئی و بے باکی کی جو مثال قائم فرمائی ہے اور مولیٰ تعالیٰ نے انہیں جو عزت
و مقبولیت عطا فرمائی ہے۔ اس نے جہاں اپنی بے گناہی سب کو متاثر کیا ہے
و ہاں راقم الحروف کو بھی عظیم الفرستی کے باوجود یہ شوق دلایا ہے کہ اسلام
و سنیت اور ختم نبوت کا پرچم بلند کرنے پر اس مرد مجاہد کو خراج عقیدت پیش کیا جائے
جس سے اسلام و سنیت اور پاکستان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ
ہو۔ اور جو اپنی جگہ یادگار ہونے کے علاوہ اس موضوع پر آئندہ لکھتے اور تاریخ مرتب

کرنے والوں کے لئے ایک مستند و اہم ماخذ ثابت ہو۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مولانا شاہ اسماعیل نورانی کے تفصیلی تعارف کے علاوہ انشاء اللہ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ مولانا موصوف نے اس دورِ تنزل میں ہر لاپچ اور خوں سے بے پرواہ ہو کر
● اسمبلی کے اندر اور باہر مقامِ مصطفیٰ و نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسا ڈنک بجا یا ہے اور اس نظام و مقام کے منکروں اور لادینی نظام کے حامیوں کا کس طرح تعاقب کیا ہے۔

● اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرانے۔
اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کرانے۔ آئین میں سوشلزم کے اندراج کے بعد سوشلزم کا لفظ آئین سے خارج کرانے میں کیسی عظیم کامیابی حاصل کی ہے اور
● پاکستان کی سالمیت، اسلامی و جمہوری اصولوں کے تحفظ اور آمریتِ مظلم و تشدد کے مقابلہ کے لئے کتنا مجاہدانہ کردار سرانجام دیا ہے اور
● اپنے ان تاریخی اقدامات سے عام لوگوں کے اس اعتراض کا دیکھ علماء کا انتخاب سے کیا تعلق اور انھوں نے سیاست میں حصہ لے کر کیا کرنا ہے۔)۔
جواب جہیا کر دیا ہے۔ اور یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اگر قوم تعاون کرے تو علماء سیاست میں حصہ لے کر اور انتخاب میں کامیاب ہو کر منبر و محراب کے احکام و مسائل اسمبلی میں زیادہ مؤثر طور پر بیان کر سکتے ہیں۔ اور قلتِ تعداد کے باوجود اپنے اہم مطالبات سنوا کر آج بھی تاریخ کا دھارا موڑ سکتے ہیں۔

الغرض مولانا نورانی کے یہی وہ تاریخی کارنامے ہیں۔ جن کے باعث انھوں نے تاریخ میں اپنے لئے عظیم مقام حاصل کر لیا ہے۔ اپنے مذہبِ حق

مسئلہ اہلسنت کا نام روشن کیا ہے۔ جمعیتہ العلماء پاکستان کو چار چاند لگا دئے ہیں۔ اور بعض مہربانوں کے افسوسناک و نازیبا کردار کے باعث سنیوں بریلویوں کو چڑھتے سورج کتے بجاری اور مفاد پرست اور خوشامدی سمجھنے والے اغیار و مخالفین سے بھی یہ تسلیم کرا لیا ہے۔ کہ اہل سنت اپنی اصل اور صحیح تاریخ کے مطابق اپنے عظیم اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلامی خدمات و مقام و نظام مصطفیٰ کے تحفظ۔ ملک و ملت کے لئے قربانیاں دینے، خطرات کا مقابلہ کرنے اور حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے، انھیں فواحشات سے روکنے اور ان سے حق بات منوانے میں آج بھی سب سے آگے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

دعا ہے۔ کہ مولیٰ تعالیٰ مولانا شاہ احمد نورانی کو مزید ہمت و استقامت نصیب فرمائے اور اغیار سے اختلاط و تضویر وغیرہ جن معاملات و فقہی و عملی مسائل میں اختیاری یا مجبوری طور پر ان سے غلطی و کوتاہی سرزد ہوتی ہے۔ ان میں بھی انہیں حفاظت و اصلاح اور احتیاط و اجتناب کی توفیق بخشے۔ اور ہم سب کو ہمیشہ شریعت و سنت کا پابند رکھے اور ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ آمین۔

مولانا نورانی کی خدمت میں بھی گزارش ہے۔ کہ سیاسی ماحول کے باوجود جہانتک ہو سکے فقہی عملی مسائل میں بھی اپنے جدِ طریقت علیہ السلام کے مسئلہ رضوی کی اتباع کریں۔ اختلافی امور سے اجتناب کی پوری کوشش کریں۔ تاکہ نہ ان سے کوئی شکوہ ہو نہ کسی حرف گیری کرنے اور کسی ایسے فحش کی آڑ لینے کی جرأت ہو۔

والد بزرگوار : مولانا شاہ احمد نورانی کا شمار ان شخصیتوں میں ہوتا ہے جن کو عالمی شہرت حاصل ہے۔ ان کو صرف ہم اور آپ ہی نہیں جانتے بلکہ آپ خود اور آپ کا گھرانہ تمام دنیا میں معروف ہے اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ کا تعلق خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ نسب سے ہے اور آپ مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ جنہوں نے دور دراز کے دورے کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی شمع روشن کی اور ۵۴ ہجری سے زائد غیر مسلموں کو دینِ مسبین کی حقانیت پر قائل کر کے مشرف بہ اسلام کیا۔ انہوں نے نامور علامہ سید ابوالاعلیٰ مودودی سے اسلام کے موضوع پر مباحثہ کر کے اسے اسلام کے مکمل اور بہترین دین ہونے پر قائل کیا۔ آپ ہی کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجہ میں حکومت سعودی عرب نے دنیا بھر کے حاجیوں پر عائد شدہ ٹیکس ختم کیا۔ تحریک پاکستان کے لئے مولانا صاحب نے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ ملک و بیرون ملک علماء و مشائخ کو پاکستان کا حامی بنانے اور ان کو میدانِ عمل میں لانے میں آپ کی کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح نے آپ ہی کو اسلامی ممالک میں تحریک پاکستان کے لئے راہ ہموار کرنے کے مشن پر بھیجا تھا۔ پیامِ پاکستان کے بعد شاہ عبدالعلیم صدیقی پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان کی ذاتی دعوت پر پاکستان تشریف لائے۔ اور نمازِ عمید کے پہلے عظیم اجتماع کی خطابت اور امامت کے فرائض سرانجام دیے۔ جس میں بانی پاکستان، وزیرِ اعظم اور دیگر

زعمائے ملک نے شرکت کی۔

شاہ عبد العظیم صدیقی اس صدی کے مجدد و برحق اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان
فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہما کے خلیفہ مجاز اور ایسے مقرب بارگاہ تھے۔ کہ مرشد
برحق نے مخالفین اہل سنت کے مقابلہ میں آپ کے حق میں ارشاد فرمایا ہے

عبد العظیم کے علم کو سُن کر

جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

آپ کو بھی بایں علم و فضل اپنے مرشد برحق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے جو

نہایت درجہ محبت تھی۔ اعلیٰ حضرت کی شان میں آپ کے طویل قصیدہ کے چند
اشعار سے ان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو

قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

یہاں آکر ملیں ہمیں شریعت اور طریقت کی

ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ

جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

علم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا

کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

شاہ عبد العظیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبانی و تقریری تبلیغ کے علاوہ انگریزی

دو زبان میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ کئی رسالے جاری کئے۔ بکثرت مساجد

تعمیر کرائیں۔ اور بکثرت مدارس قائم کئے آپ نے کم و بیش ۳۵ مرتبہ حج کعبہ و زیارت گنبد خضریٰ کا شرف حاصل کیا۔ اور ۶۲ برس کی عمر شریف میں ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ اور ائمہ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مبارک قدموں میں مدفون ہوئے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فرزند ارجمند۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کے فرزند ارجمند مولانا شاہ احمد نورانی ۷ آرمضان المبارک ۱۳۷۳ھ کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں اپنے لئے قرآن پاک حفظ کر لیا۔ آپ نے اپنی ثانوی تعلیم ایسے سکول سے مکمل کی جہاں ذریعہ تعلیم عربی زبان تھی۔ نیشنل عربک کالج میرٹھ اور الہ آباد یونیورسٹی سے ڈگریاں حاصل کیں۔ آپ کو کئی عالمی زبانوں پر عبور حاصل ہے، عربی، فارسی، اردو، انگریزی۔ سو اعلیٰ رافریقین اور فرانسیسی زبانیں بڑی روانی سے بول سکتے ہیں۔ آپ بیک وقت مستند عالم دین۔ حافظ قرآن۔ خوش آکھان قاری۔ عالمی شہرت یافتہ مبلغ۔ بلند پایہ مقرر۔ اور عظیم اسلامی مفکر و سیاسی لیڈر ہیں۔ ذاتی طور پر نہایت نرم مزاج، خوش گفتار اور صاحبِ عجز و انکسار واقع ہوئے ہیں مولانا نورانی نے مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ میں درس نظامی کی تکمیل کی ہے اور صدر الشریعہ حضرت مولانا شاہ احمد علی صاحب اعظمی مصنف ”بہارِ شریعت“ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ ارشد اور محدث اعظم پاکستان مولانا سید ار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد بھائی حضرت اساتذہ العلماء مولانا غلام جیلانی صاحب میرٹھی دامت برکاتہم کے شاگردِ رشید ہیں۔ حصولِ علم کے بعد آپ کی دستار بندی کے موقع پر آپ کے اسنادِ محترم کے علاوہ حضرت مفتی اعظم

مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی مدظلہم مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبد الباقی علیہ السلام
صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہما جیسے اکابر اہل سنت
نے اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کو دستارِ فضیلت سے مشرف فرمایا۔ اور
سندِ فراغت عنایت فرمائی۔

بجعت و خلافت اور حج و زیارت

مولانا شاہ احمد نورانی کو اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ سے سبقت و خلافت اور سلسلہ
عالیہ تادریہ رضویہ میں منسلک ہونے کا شرف حاصل ہے، اور آپ نے پاکستان و
بیرونِ پاکستان اپنی وسیع تبلیغی مساعی و مسلسل دینی جدوجہد اور شریعت و طریقت
کی خدمات سرانجام دے کر اپنے والد ماجد کی نیابت و جانشینی کا حق ادا کیا ہے۔
اب تک آپ چودہ مرتبہ حج کعبہ و زیارتِ مدینہ مقدسہ کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔
اور جہاں تک حج شریف کے علاوہ عمرہ کی ادائیگی و مدینہ کی حاضری کا تعلق ہے
اس کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔ اور بار بار اس سعادت سے مشرف ہونے
کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ ربینہ منورہ سے روحانی قلبی تعلق کے علاوہ آپ کا
رشتہ بھی مدینہ منورہ میں ہوا ہے اور آپ کو خلیفہ و علم حضرت مخدوم اہلسنت
شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم
و غرضندار جمہد حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمن صاحب مدظلہ العالی کا داماد ہونے
کا شرف حاصل ہے۔ اور آپ اپنے خاندان و سسرال دونوں طرف سے
مدنی رضوی بریلوی نسبت کے حامل ہیں حج و زیارت کی سعادت و حرمتیں

کی مسلسل حاضری کے علاوہ بیرونی ممالک میں آپ کی دینی خدمات و مسلسل تبلیغی دوروں اور سرگرمیوں کا مختصر خاکہ قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے پیشِ خدمت ہے۔

بیرونی ممالک میں تبلیغی دورے

- ۱۹۵۵ء میں دنیا کی قدیم ترین اسلامی یونیورسٹی جامعہ الازہر کی دعوت پر مصر تشریف لے گئے۔ اور علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔
- ۱۹۵۸ء میں آپ روس تشریف لے گئے اور وہاں روس کے سوشلسٹ معاشرہ کا گہری نظر سے مشاہدہ کیا۔ اور علماء اور مسلمانوں کی سرکردہ شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں۔ ان کے دل کی دھڑکنوں کو سنا۔
- مسلمانوں کے اکثریتی علاقے ”زنجبار“ میں سوشلسٹ خونی انقلاب کی ہولناکیاں تباہ کاری کا بہت قریب سے مطالعہ کیا۔ مسلمانوں پر سوشلسٹوں کے انسانیت سوز مظالم مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی توہین۔ مساجد کی بے حرمتی۔ مسلم خواتین کی بے عزتی اور مسلم اقدار و روایات کی پامالی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔
- ۱۹۵۹ء میں مشرق وسطیٰ کا خیر سگالی دورہ کیا۔ اور دنیا بھر کے علماء سے باہمی رابطہ قائم کر کے مسلمانوں کے لئے زبردست خدمات سرانجام دیں۔
- ۱۹۶۰ء میں مشرقی افریقہ، مڈغاسکر اور ماریشس کا دورہ کیا۔
- ۱۹۶۱ء میں سیلون اور شمال مغربی افریقہ کا دورہ کیا۔
- ۱۹۶۲ء میں صومالیہ۔ کینیا۔ ٹانگانیکا۔ یوگنڈا۔ ماریشس کا دورہ کیا۔
- نیز شمالی نايجيريا کے وزیر اعلیٰ احمد و بیلو شہید کی دعوت پر نايجيريا تشریف

لے گئے۔ اور ان کے مہمان کی حیثیت سے چار ماہ تک تفصیلی تبلیغی دورہ کیا۔

- ۱۹۴۳ء میں ترکی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، ماریشس، نائیجیریا اور اسکینڈینیوین ممالک کا دورہ کیا۔

- ۱۹۴۳ء کے آخر میں عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا اور چین کی سوشلسٹ حکومت کے بلند پائے کے دعووں اور سوشلسٹ نظام کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور چین کے مظلوم مسلمانوں کے حالاتِ زار سے آگاہی حاصل کی۔

- ۱۹۴۴ء میں امریکہ، جنوبی امریکہ اور کینیڈا کا دورہ کیا۔

- ۱۹۴۵ء میں کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، مالاگاسی اور ماریشس کا دورہ کیا۔

- ۱۹۴۶-۴۸ء میں برطانیہ، امریکہ اور جنوبی امریکہ کا دورہ کیا۔

ان تمام ممالک میں مختلف مقامات پر آپ نے اپنے انوکھے انداز میں اسلامی موضوعات پر لیکچر دے۔ بحث و تمحیص کے بعد مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے، ان میں پادری، راہب، وکلاء، ڈاکٹر، انجینئر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کے لوگ کثرت سے شامل ہیں۔ آپ دنیا کے جن بکثرت دینی تبلیغی تعلیمی و تربیتی مراکز کی سرپرستی فرما رہے ہیں ان میں سے بعض کے نام درج ہیں۔

- مسلم اینجوکشن ٹرسٹ کالج۔ جینیوا جارج ٹاؤن امریکہ ● حلقہ قادریہ علمیہ اشاعت اسلام سیدون ● حلقہ قادریہ علمیہ اشاعت اسلام ماریشس۔
- یونگ مین مسلم ایسوسی ایشن۔ گیانا ● اسلامک مشنریز گلڈ سائڈ امریکہ۔
- آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی ملائیشیا ● علمیہ اسلامک مشن کالج ماریشس۔

● - علمیہ دارالعلوم مارشیس • حنفی مسلم سرکل پریسٹن (برطانیہ) قادریہ
اسلامک ورکرز گلڈ - مارشیس • سری نام مسلم ایسوسی ایشن ساؤتھ افریقہ علاوہ
ازیں ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۴ء تک گیارہ سال مولانا نورانی ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن
کے سیکریٹری جنرل رہے جس کے صدر مفتی اعظم فلسطین تھے۔

انڈون پاکستان سرگرمیاں

مولانا شاہ احمد نورانی ویسے تو ۱۹۴۹ء ہی میں پاکستان تشریف لا کر
کراچی میں مقیم ہو گئے تھے۔ لیکن کچھ بیرونی ممالک کے تبلیغی دوروں کے باعث
اور کچھ کراچی میں محدود مشاغل کی بنا پر آپ پورے ملک میں متعارف نہ ہو سکے
اور چند خاص خاص احباب کے علاوہ عام طور پر اہل پاکستان کو معلوم نہ ہو
سکا۔ کہ پاکستان میں ایک ایسی شخصیت بھی موجود ہے۔ جسے قدرت نے
گوناگون اوصاف و کمالات سے نوازا ہے اور آج کے چل کتنا ریخ پاکستان
ملکی سیاست میں نہایت اہم کردار ادا کر کے بین الاقوامی جوہر دکھائیں گے۔
اپنوں بیگانوں سے خراج تحسین وصول فرمائیں گے۔ اور عام لوگ اس شخصیت کے
کارنامے دیکھ کر بطور تعجب اس خیال کا اظہار کریں گے۔ کہ معلوم نہیں یہ شیر دل
عالم اور اہل سنت کا ایسا مجاہد رہنما اتنا عرصہ کہاں چھپا رہا۔

لے ورپے ترقی۔ بہر حال جب ۱۹۷۰ء کے انتخابات کی سرگرمیاں
شروع ہوئیں۔ تو ماشاء اللہ ساتھ ہی اس شخصیت کی حد درجہ صلاحیتوں کا ظہور
بھی شروع ہو گیا۔ اور وہ دن اور آج کا دن خدا تعالیٰ نے پنے ورپے مسلسل ایسی

نزدیکی اور کامیابی و مقبولیت عطا فرمائی۔ کہ اہل پاکستان نے ایک ن خوشگوار حیرت کے ساتھ یہاں تک سُن لیا۔ کہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلہ میں پاکستان کی وزارتِ عظمیٰ کا انتخاب لڑنے کے لئے متحدہ جمہوری محاذ نے مولانا شاہ احمد نورانی کو منتخب کیا ہے۔

راقم الحروف کی معلومات کے مطابق مولانا شاہ احمد نورانی پہلی مرتبہ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو باغ بیردن موچی دروازہ لاہور کے جلسہ عام میں منظر عام پر آئے۔ بعد ازیں ۸-۹ ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ کو آپ کل پاکستانی سنی کانفرنس دارالسلام دٹوبہ ٹیک سنگھ میں رونق افروز ہوئے۔ اور کانفرنس کی کامیابی میں نمایاں حصہ لیا اور مولانا مفتی محمد فضل الرحمن صاحب مدنی جنہوں نے آپ ہی کی کوشش سے تشریف لاکر سنی کانفرنس کو چار چاند لگائے، کی عربی تقریر کا اردو میں ترجمہ سنایا۔

بعد ازیں کراچی و صوبہ سندھ میں آپ انتخابی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ خود حلقہ ۷ کراچی سے قومی اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیا۔ اور دسمبر ۱۹۷۹ء کو پیپلز پارٹی کے نمائندہ و دیگر اُمیدواروں کے مقابلہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

انتخاب کے بعد دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں سابق صدر جمعیت حضرت خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی کے زیرِ صدارت جمعیتہ العلماء پاکستان کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں مذہبی، سیاسی و دینی ائمہ کا لحاظ سے آپ کی جامع شخصیت کی بنا پر آپ کو جمعیت کے پارلیمانی گروپ کا قائد منتخب کیا گیا۔

چھا گیا چھا گیا - قائد ہمارا چھا گیا

اس کے بعد آپ کی مصروفیات و سرگرمیوں میں مزید اضافہ ہوا۔ ملکی سیاست میں آپ نہایت بلند مقام پر فائز ہو گئے۔ ارکان حکومت اور بڑے بڑے پرائیویٹ ریڈر ملکی سیاست میں اس نووارد لیڈر سے مشورہ کی غرضت محسوس کرنے لگے۔ اور آپ کے ارشادات سے متاثر ہونے لگے۔ ایک طرف ریڈیو اور پورا ملکی پریس آپ کے نام و بیان سے گونجنے لگا اور دوسری طرف پورے جوش و خروش سے اس قسم کے نعرے سنائی دینے لگے۔

مولانا شاہ احمد نورانی زندہ باد

قائد اہلسنت زندہ باد۔ مجاہد اسلام زندہ باد۔ حق و صداقت کی نشانی عیوانا شاہ احمد نورانی۔ جیوے ساڈا شاہ نورانی۔ نورانی میاں آئے ہی آوے۔

آگیا آگیا شاہ نورانی آگیا

چھا گیا چھا گیا قائد ہمارا چھا گیا

ماہنامہ ”فنیائے حرم“ لاہور مارچ ۱۹۷۲ء کے شمارے کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ ”مختصر سی سیاسی زندگی میں ان کے اندر منجھے ہوئے سیاست دان کے سے انداز ابھر آئے ہیں۔ انہوں نے ملک کے پرانے سیاست دانوں کی نگاہوں میں ایک محترم مقام حاصل کر لیا ہے۔“

جمعیت العلماء پاکستان کو ایک نمائندہ مذہبی (و پسماندہ) جماعت کی سطح سے اٹھا کر ملک کی معروف سیاسی جماعتوں کی صف میں لاکھڑا کرنے

کا سہرا انہی کے سر ہے۔ صدر کونویشن کے خمدانِ عداوت سے بھٹکانے کے بعد ملک سے مارشل لا کی لعنت کے تحت تمام مطالبہ کرنے والوں میں جن لوگوں کی آواز دہریوں سے تدریس بلند محسوس ہوتی ہے۔ ان میں مولانا شاہ احمد نورانی بھی شامل ہیں۔

نمایہ نوال کونویشن

صاحبِ سیالوی اپنی بعض وجوہ کی بنا پر جمعیت کی عداوت سے مستعفی ہو گئے۔ اور علماء کے اصرار کے باوجود دوبارہ اس ذمہ داری کو قبول کر کے

سے معذوری کا اظہار فرمایا۔ تو ان کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی نے جمعیت کی محنتوں میں کوئی انتشار و خلل واقع نہیں ہونے دیا۔ اور

کافی غرض جمعیت کے قائم مقام سربراہ کی حیثیت سے جمعیت کا کام

سرا انجام دیا۔ پھر جب ۲۲/۲۳ ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۶/۲۷

مئی ۱۹۷۳ء جامعہ عثمانیہ نمایہ نوال میں سندھ، پنجاب، سرحد و چٹان

کے علماء و اراکین جمعیت کا نمائندہ تاریخی کونویشن منعقد ہوا۔ تو اس

میں بالاتفاق مولانا شاہ احمد نورانی کو صدر مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان

اور مولانا عبدالستار خاں نیاز کی کونویشنل سیکرٹری مرکزی جمعیتہ العلماء

پاکستان منتخب کیا گیا۔ نمایہ نوال کونویشن کی کامیابی و اس انتخاب پر جہاں

السنّت و جماعت میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہاں حکومت کے زیراثر

انتخابات و حکومت کی خوشنودی پچھلے و اسے حضرات نے اس کونویشن

سے قبل اور اس کے بعد کونویشن کو ناکام بنانے کے لئے سخت پراساں کیا۔

مگر اہل سنّت و جماعت نے موجودہ وقت میں اس انتخاب

کو نہایت محروم و تنہا اور جمعیت کے لئے نیک فال قرار دیا۔ اور ان کے لئے کھانے پینے اور محبت میں مخالفت پر اپنی کٹاوت کا اثر زائل ہو گیا۔
یہ تو تھی اندرون جمعیت جماعتی سطح پر مولانا نورانی کی کامیابی و برتری
دوسروں کی نظر میں۔ اب آئیے۔ ملک کی دیگر سیاسی جماعتوں اور مختلف پارٹیوں میں مولانا نورانی کی قدر اور شخصیت کی بڑی مدح و تحسین فرمائیے۔ جب متحدہ جمہوری محاذ کی تشکیل ہوئی۔ تو اس میں بھی مولانا کی شخصیت بہت نمایاں دیکھائی ہوئی نظر آئی۔ مفت رزہ میسرین لاہور نے ۲۵ مئی ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں مولانا نورانی کو مدحیہ مسازہ کی ”روح رواں“ قرار دیا ہے۔ اور روزنامہ ”امروز“ لاہور ۲۹ جولائی کی اشاعت میں رقمطراز ہے۔ کہ

”مولانا نورانی کی تقریروں سے علیم ہوا کہ بڑے آتش گشتار آدمی ہیں۔ اور متحدہ محاذ میں تو بیشتر انہی کا طوطی بولتا ہے۔“
اور اس وقت اس بات کی عملاً تصدیق ہو گئی۔ جب مسٹر بھٹیکہ مقابلہ میں پاکستان کی وزارتِ خط و کتابت کے لئے ۱۹۴۳ء کو متحدہ جمہوری محاذ نے متفقہ طور پر مولانا شاہ احمد نورانی کو اپنا امیدوار و نمائندہ مقرر و نامزد کیا۔

یہ الگ بات ہے۔ کہ مسٹر بھٹیکہ اپنی حکمران پارٹی کی اکثریت کی بنا پر وزیر اعظم منتخب ہو گئے۔ لیکن متحدہ محاذ سے اختلاف رائے کے باوجود وزارتِ خط و کتابت کے انتخاب سے یہ بات بہر حال ملے ہو گئی۔ کہ مولانا

شاہ احمد نورانی اندرون جماعت صرف اپنے گھر ہی میں مقبول و
ممتاز نہیں بلکہ دیگر جماعتوں اور مخالف پارٹیوں میں بھی ان کی
شخصی عظمت و محترم مقام مسلم ہے۔ اس تذکرہ سے متوجہ نفاذ کی
تسبیل و حمایت مقصود نہیں بلکہ صرف مولانا نورانی کی شخصیت پیش نظر ہے۔
روزنامہ "امروز" نے ۱۹ اگست ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں "نورانی
صاحب کا قومی اعزاز" کے زیر عنوان مزید لکھا ہے۔ کہ مولانا شاہ احمد
نورانی۔ متحدہ حزب اختلاف میں شامل تمام جماعتوں کے معیار اور
سیاسی سمجھ بوجھ کے مطابق اس متحدہ (وزارت عظمیٰ) کیلئے موزوں
ترین امیدوار ہیں۔

علاوہ ازیں وزارت عظمیٰ کے انتخاب سے یہ امر بھی ثابت ہو گیا۔
کہ ماحول کی ناسازگاری کے باوجود مولانا شاہ احمد نورانی مکمل اسلامی
نظام کے نفاذ، پاکستان کی سالمیت و بہبود اور آمریت و ظلم و تشدد
کے مقابلہ کے لئے ماسشاء اللہ بہت بڑی جرات رکھتے ہیں۔ اور بقضائے
تعالیٰ بڑے سے بڑے مقابلہ و قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اور کوئی حمایت
لے کر نہ کرے۔ آپ نے اتمام حجت فرما کر اس بات کا عملی نمونہ پیش کر
دیا ہے۔ کہ ہے

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے سکیم اذان لا الہ الا اللہ

ذرا۔ عہد رفتہ کو آواز دینا۔

دورِ حاضر میں اپنے اسٹیج پر بھی اور متحدہ جمہوری محاذ کے پلیٹ فارم پر بھی مولانا شاہ احمد نورانی کی چمک دمک اور ان کی بدولت اہلسنت کا چرچا اور جمعیتہ العلماء پاکستان کی اہمیت سب پر واضح ہے۔ اس صورت حال کے مقابلہ میں ذرا عہد رفتہ کی طرف آئیے۔ یہ عہد ۱۹۶۸ء کا آخری اور ۱۹۶۹ء کا ابتدائی عہد ہے۔ یہ سابق صدر ایوب خاں کے خلاف زور شور سے تحریک جاری ہے۔ اور جمہوری مجلس عمل کو گرام عمل ہے۔ ”جمہوری مجلس عمل“ میں مختلف پارٹیاں شامل ہیں۔ اور ان کے لیڈروں کی سرگرمیاں اور بیانات روزانہ منظر عام پر آ رہے ہیں۔ موجودہ متوازی گروپ کے رہنما اس وقت جمعیتہ العلماء کے صدر کہلاتے ہیں۔ مگر ایوبی حکومت کے بہت قریب ہونے کے باعث ایوب خاں کی مخالف تحریک کے مقابلہ میں نہ وہ کوئی تماشہ کر دار ادا کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی حزب اختلاف ”جمہوری مجلس عمل“ میں اہل سنت و جمعیتہ العلماء پاکستان کی کوئی نمائندگی ہے۔ لہذا سوادِ اعظم اہل سنت کی ”نمائندہ سیاسی تنظیم“ ہونے کے باوجود نہ حزب اقتدار میں جمعیتہ العلماء کا کوئی وزن ہے۔ اور نہ ہی حزب اختلاف میں اہل سنت کا کوئی مقام ہے۔ یعنی اس مقابلہ میں اکثریت کے باوجود ملک میں اہل سنت کا کسی طرف بھی کوئی قابل ذکر مظاہرہ نہیں۔ عوام اہل سنت و جماعت سخت پریشان عہدِ دورانِ جماعتی سطح پر جماعت اہلسنت کے مطالبات و سرگرمیاں جاری رہیں۔

ہیں۔ اور روزانہ اخبارات میں اخبار و مخالفین نے نمایاں بیانات
بسرگرمیاں دیکھے کہ دم بخود رہ جاتے ہیں۔

وہ گی دیکھا۔ یہ گی دیکھ

اس خمد رفتہ کے مقابلہ میں ذرا موجودہ دور میں اہلسنت و جماعت
کامیاباں مقام اور جمعیتہ العلماء پاکستان کا جماعتی وقار و متحدہ
جمہوری محاذ میں اس کی ہمد و جہد اور پرچار دیکھ کر اندازہ فرمائیے
کہ مولانا شام احمد نورانی نے اپنے حسن تدبیر۔ بیدار مغربی مسلسل
تنگ و دو اور کجیبت کی بنا پر تختہ ٹرنے سے عرصہ میں دور گزشتہ کی اس
طرح کسر پوری کی رہی ہے۔ اہل سنت و جماعت کے وقار میں کتنا اضافہ
فرمایا ہے۔ اور عہد رفتہ کی پستی کے مقابلہ میں جمعیتہ العلماء پاکستان
کو کتنی بلندی پر پہنچا دیا ہے۔ اور مولانا نورانی کی شخصیت کے
تعارف کے ساتھ ساتھ کتنے وسیع پیمانہ پر جمعیتہ العلماء پاکستان
کی تشہیر و تبلیغ اور پراپیگنڈا و پبلسٹی ہو رہی ہے۔ ملکی سیاست میں
کوئٹہ قابل ذکر مسئلہ و پروگرام ہے جس میں چشم بد دور۔ نورانی میان
کا تذکرہ نہیں۔ اور اسلام کی سر بلندی و تحفظ ختم نبوت سے لیکر تحریک جمہوریت و سلا
زدگان کی امداد تک کوئٹہ معاملہ ہے جس میں ان کا مجاہدانہ حصہ نہیں۔
یاد رہے۔ کہ جمعیتہ العلماء پاکستان کے علاوہ جو جماعتیں۔ آج



87267

”متحدہ جمہوری محاذ“ میں شامل ہیں۔ تقریباً یہی جماعتیں یونٹوں کے مقابلہ میں ”جمہوری مجلس عمل“ میں شامل تھیں۔ مگر انہوں نے اس وقت جو نکات مرتب کئے تھے۔ ان میں زیادہ تر جمہوریت پر ہی دارو مدار تھا۔ اور ان نکات میں ”اسلامی دستور“ کا نکتہ شامل نہیں تھا۔ مگر آج متحدہ جمہوری محاذ کے بارہ نکات میں اسلامی دستور مندرج ہے۔ اور اس نکتہ کے تحت آئین میں کافی مدت تک ترامیم کرائی جا چکی ہیں۔ کیا یہ نورانی میاں ہی کی ہمت نہیں ہے۔ کہ متحدہ جمہوری محاذ میں شامل سوشلزم کے حامی حضرات بھی اسلام و نظریہ پاکستان کے علمبردار بن گئے ہیں۔ اور انہوں نے سوشلزم صرف بارہ نکات ہی سے خارج نہیں کیا بلکہ آئین پاکستان سے بھی اسے خارج کر دیا ہے۔ اور اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب بھی تسلیم کر لیا ہے۔ حالانکہ پہلی جمہوری مجلس عمل میں اسلام کا نام تک ہی نہیں تھا۔

رفقاء کار۔ سخت نا انصافی ہو گئی۔ اگر ہم اس موقع پر مولانا شہداء احمد نورانی کے ان باہمت و ستاعر رفقاء کار کا ذکر نہ کریں۔ جو ہر موقع و منزل میں مولانا نورانی کے ساتھ پر خلوص تعاون کر رہے ہیں۔ اور آپ کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ ان رفقاء کار میں مراد حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری ایم این اے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب رضوی ایم این اے۔ حضرت مولانا مفتی ظفر علی صاحب نعیمی شینڈہ۔ ملک محمد اکبر سانی۔ بریڈیئر شاہ فرید الحق صاحب مفتی محمد حسین صاحب

مسٹر عثمان کینڈی مسٹر ظہور الحسن بھوپالی۔ مجاہد ملت مولانا عبد الستار عباس
صاحب نیازی۔ مولانا علامہ محمد شریف صاحب ملتان۔ حضرت علامہ
غلام علی صاحب اوکاڑوی۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول
صاحب لاہوری وغیرہم ہیں۔ مولانا تعالیٰ ایسے حضرات کی تعداد زیادہ
فرمائے۔ اور ان سب کو صنیعت کے بول بالا خدمت ملک و ملت کی مزید
توثیق بخشنے۔ آمین۔

مخالفت کا طوفان۔ اپنیوں اور بیگانوں میں مولانا

شاء احمد نورانی کی اس عظمت و مقبولیت کے باوجود دنیا کی دوسری
بڑی بڑی تاریخی شخصیتوں کی طرح آپ کو بھی متعدد مرتبہ طوفان مخالفت
کا سامان کرنا پڑا۔ چونکہ آپ نے اسلامی نظام و ختم نبوت کی بھرپور
تبلیغ کے ساتھ ساتھ مرزائیت و سوشلزم وغیرہ باطل ازم کے خلاف
زبردست جہاد فرمایا۔ اور حکومت کے غیر اسلامی و غیر جمہوری اقدامات
کے خلاف مسلسل نعرہ حق بلند کیا۔ اس لئے آپ کے خلاف مقدمات
بھی درج ہوئے۔ آپ کے خلاف بدزبانی کا مظاہرہ و جلسوں اور مکان
پر حملے اور پتھر اور بھی ہوتا رہا۔ مگر آپ کے عزم و ارادہ میں کوئی
مترق نہ آیا۔ اور آپ نے راہ حق میں مسلسل انتقامت کا مظاہرہ کیا۔
سچ ہے۔

گولا کی زمانہ دشمن ہو جالات بھی خوش اطوار نہ ہوں
باطل سے ٹکرانے والے باطل سے ٹکراتے ہیں۔

اپنوں کی ناقدری۔ اغیار و ناقدر شناس دنیا دار و
وہ آزاد لوگ اگر کسی ایسی شخصیت کی مخالفت کریں۔ تو چنداں
تعجب کی بات نہیں۔ مگر یہاں تو یہ حال ہے۔ کہ

من از بیگانگان ہرگز منتالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

جہاں ایک دنیا مولانا نورانی کے مجاہدانہ اور تاریخی ساز کردار پر
آفرین کہہ رہی ہے۔ وہاں بعض ایسے علماء و مشائخ گہلانے والے ہی مولانا
نورانی کی ناقدری و ان کے مخالف غلط پراپیگنڈا میں سرگرداں ہیں
مولانا نورانی بفضلہ تعالیٰ ہے

اپن جو انہر داں حق گوئی و بیباکی

اللہ کے شیروں کو آئی نہیں رو باہی

کا عملی نمونہ ہیں۔ اس لئے مولانا کی حق گوئی و بیباکی اور ملک کو بچانے کیلئے
مشرقی پاکستان کی نازک صورت حال کے پیش نظر وہاں کی اکثریتی پارٹی

کے رہنما کو اقتدار سونپنے کے مطالبہ پر جب سابق صدر یحییٰ خان کی
ٹیوری جڑ گئی۔ تو ان مخالف ”علماء و مشائخ“ نے مجیب الرحمن
کی آڑ لے کر یحییٰ خاں کی خوشنودی کے لئے مولانا نورانی کے مخالف صحافت قائم
کیا۔ مگر مولانا کو نیچا دکھانے کی بجائے خود ہی ناکام ہوئے۔ اور سائنہ ہی
یحییٰ خاں کو بھی لے ڈوبے۔

اور ان لوگوں نے متحیہ جمہوری محاذ میں شرکت کی آڑ لے کر پھر

مولانا نورانی کے خلاف محاذ قائم کر لیا ہے۔ اور وہ بھی اس نازک وقت میں جب کہ غلط نظام کے خلاف جہاد میں مولانا کے ہاتھ مضبوط کر دینے کی ضرورت تھی حالانکہ مولانا نورانی کے پیش نظر اس وقت بھی اسلام کی سربلندی و پائیداری کی خاطر تھی اور اب بھی اسلام کی سربلندی پاکستان کی سالمیت ہی پیش نظر ہے۔ اور ان مخالف ”علماء و مشائخ“ کے پیش نظر اس وقت بھی ذاتی مفاد و حکومت کی خوشنودی اور حسد و رقابت کا جذبہ تھا اور اَلَا نَافَاؤُ اللہ اب بھی یہی چیز ان کی مخالفت میں کارفرما ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ لوگ مسلک کی حمایت و نورانی کی مخالفت میں مخلص ہونے تو مانتی و محال میں خود کیوں ایسے متحدہ محاذیوں اور مخلوط کمیٹیوں میں شامل ہوتے۔ اور خود خلاف مسلک لوگوں سے ان کی رائے و کم دوستی اور میل ملاپ کیوں ہوتا۔ پھر اگر متحدہ محاذ میں کو تاہم ہوں تو کیا صاحب اقتدار ہونے ہوئے حکومتی محاذ ”میں اس سے زیادہ بڑا نہیں۔ جن کے باوجود حکومت کو ان کی حمایت حاصل ہے۔ اور یہ حضرات بالکل ذہ طور پر مولانا نورانی و متحدہ محاذ کی مخالفت وغیرہ انہی مسائل پر زور تنقید زیادہ صرف کرتے ہیں جن سے حکومت کی نشاندہی اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ کیا ان کے اس کردار سے ان کا غلبہ و موقف مجروح و مشکوک نہیں ہوتا۔ بہر حال اس مخالفانہ مہم سے پہلے کی طرح اب بھی انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور مولانا نورانی کے لئے قبال کا یہ پیغام کافی ہے کہ سے تندرستی باوجود مخالف سے نہ گھبراے و خفا یہ تو چلتی ہے تجھے اور نچا اڑانے کے لئے

ہیں حاکمان وقت بھی مرعوب زندہ باد

(ایک شیر ہے جو گونج رہا ہے کچھار میں)

حق گوئی و بیا کی، اصول پسندی و ثابت قدمی

جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کی چند روشن مثالیں

پہلی تقریر۔ اپریل ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس کی پہلی تقریر میں خطبہ شریفہ و قصیدہ بردہ۔

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

پڑھ کر فرمایا۔

”یومسودہ آئین لوہے میں پیش کیا گیا ہے وہ اسلام کی روح کے منافی ہے۔ اس میں اگرچہ بعض ایسی دفعات شامل ہیں جو بظاہر اسلامی نظر آتی ہیں۔ لیکن ان میں کوئی اسلامی روح کا رد نہیں ہے۔ حکومت کی تمام نیک نیتی کے باوجود ان دفعات سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان میں وہ تاریخ متعین نہیں کی گئی۔ جس تاریخ کو ہٹا دیں گا مسودہ۔ شراب اور زنا کے کلموں اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے قوم کو نجات مل جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ستم ظریفی یہ ہے کہ دوسری اصلاحات تو حکومت انتہائی عجلت میں نافذ کرتی جا رہی ہے لیکن

جو برائیاں معائنہ کو گھسن کی طرح کھا رہی ہیں ان کو دور کرنے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔

آئین میں نہ اسلام کی تعریف متعین کی گئی ہے نہ مسلمان کی وراثت کے متعلقین ختم نبوت۔ دہرے اور کمیونسٹ مسلمانوں کے سے نام رکھ کر چور و دہاتے سے اسلام کی صفوں میں گھس آئے ہیں اور مسلمانوں کے اندر انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ آئین کے اندر مسلمان کی تعریف میں یہ بات درج ہوئی چلیے کہ مسلمان وہ ہے جو خدا کی وحدانیت، قیامت کے آنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر یقین رکھتا ہو۔ جو لوگ حضور کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے۔ وہ واضح اسلام سے خارج ہیں۔ مولانا اورانی جب یہ صراحت فرما

رہے تھے تو بیلز پائٹی کی صفوں میں یہ چینی پھیل رہی تھی۔ جس سے صاف

محسوس ہوا کہ تشریف لے رہے ہیں۔ (حضرت ذوالشعبہ ۱۳۲۳ھ ۲۳ اپریل ۱۹۷۲ء)

نشر کی تقریر۔ ۳۰ جنوری ۱۹۷۳ء کو آئینی چھوٹہ بھر

ریڈیو ٹیلیوژن سے اپنی نشری تقریر میں فرمایا۔ یہ بالکل اسی طرح

بدعہدی کی گئی تھی۔ جس طرح ماضی میں حکمران جماعتیں کرتی رہی ہیں

کیونکہ وہ خود اپنے پانچ چھ فٹ کے جسم پر اسلام کو غلبی زندگی میں نافذ نہیں کر

سکے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں۔ کہ کیونکہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکے۔ اور

نہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر عمل کرتے ہیں تو ہمیں عاداتیں بدلنی پڑیں گی

عمل کرتے ہیں تو شراب چھوڑنی پڑے گی۔ عمل کرتے ہیں تو فسق و فجور کو

چھوڑنا پڑے گا۔ زنا کو چھوڑنا پڑے گا جوڑے کو چھوڑنا پڑے گا۔
کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی قوانین کو اور اسلامی احکامات کو اگر ہم
اپنے اوپر نافذ کریں۔ تو ہمیں ان تمام چیزوں سے گریز کرنا پڑے گا اور ہم
پابند ہو جائیں گے۔ تو اس لئے وہ اپنی سخی زندگی کے شراب ہونے کی وجہ
سے پاکستان کے مسلمانوں کی سخی اور اجتماعی زندگی اور اسلامی معاشرے
کو شراب کرنے کے دریغ ہیں۔

عہدہ صدارت کا چیلنج۔ ۱۱ جون ۱۹۷۱ء کو جامعہ ریحانیہ
لاہور میں فرمایا۔ صدر بھٹو صدارت کے عہدہ سے مستعفی ہو جائیں
اور تین چار ماہ کے دوران نئے انتخابات کرائے جائیں۔ میں صدر بھٹو
سے صدارت یا کسی بھی اور عہدہ کے لئے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔
حکومت کے کیڑے۔ مسٹر بھٹو کے عہدہ صدارت
سنہلنے کے بعد ایک مجلس میں صدر بھٹو صاحب سے مولانا نورانی
کا تعارف کرایا گیا۔ تو بھٹو صاحب نے کہا اچھا یہ ہیں مولانا نورانی۔
جو حکومت کے کاموں میں کیڑے نکالتے ہیں، مولانا نورانی نے
فرمایا حکومت اپنے کاموں میں کیڑے نہ پڑے۔ تو ہمیں کیوں
نکالتے پڑیں؟ مولانا کے اس برجستہ جواب سے حاضرین خوب محظوظ۔
”مساوات“ کا انداز۔ روزنامہ ”مساوات“ حکمران پارٹی کا
ترجمان و ناظم خصوصی ہے۔ جمعیتہ العلماء پاکستان کے منقابہ
میں جب ۱۵ مئی ۱۹۷۳ء کو راولپنڈی میں متوازی گروپ کے کنونشن

کا اعلان و انعقاد ہوا۔ تو مساوات نے ۱۵ مارمئی کو یہ سرخی جمائی کہ
”نورانی کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑ گیا“

اور ۱۶ مارمئی کو اس عنوان سے خبر دی کہ

”نورانی کو بکمزور پڑ گیا“

”مساوات“ کو چونکہ حکمران پارٹی میں گھر کے بھیدی کی حیثیت حاصل
ہے۔ اس لئے اس کی متوازی کردہ سے اس دلچسپی و انداز رپورٹ
سے صاف اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حکمران پارٹی مولانا شاہ احمد نورانی
سے کس قدر مرغوب و خوف زدہ ہے۔ کہ محض ان کی شکست و کمزور کرنے
کے خیال سے ان کے مقابلہ میں متوازی کردہ قائم کیا گیا ہے لیکن بغض
تعالیٰ مولانا نورانی کو وہ مقام حاصل ہو چکا ہے کہ اس قسم کی مخالفانہ
کوششوں سے انشاء اللہ ان کے وقار میں اضافہ ہی ہو گا۔ کمی نہیں آئے گی۔
ظہور الہی کی معافی۔ متحدہ جمہوری محاذ میں شمولیت سے

پہلے ایک مرتبہ قومی اسمبلی میں چودھری ظہور الہی نے مسٹر بھٹو کے متعلق جب
یہاں تک کہرایا۔ کہ ہر گھر میں بھٹو کی تصویر ہے۔ اور پنجاب کے لوگ
بھٹو کی پرستش کرتے ہیں۔ تو مولانا نورانی فوراً کھڑے ہوئے۔ اور سیکر
کو متوجہ کر کے فرمایا۔ کہ پرستش و عبادت رب تعالیٰ کے لئے خاص ہے
لہذا چودھری صاحب اپنے الفاظ واپس لیں۔ اور توبہ کریں چنانچہ
مولانا کے اس احتجاج پر چودھری صاحب نے الفاظ واپس لے لئے۔
وزیر صحت کی معافی۔ ۲ اگست ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی میں

وزیرِ صحت شیخ رشید کی اپنی ہی پارٹی کے میاں عطاء اللہ سے جھڑپ ہو گئی۔ شیخ رشید نے میاں صاحب کی وارنٹ بھی برسرِ عدالت کی۔ تو مولانا نورانی نے سپیکر کو متوجہ کر کے فوراً فرمایا جناب والا ذرا غور فرمائیے۔ کہ شیخ صاحب وارنٹ بھی والوں کے بارے میں کیا کرتے ہیں؟ اس پر شیخ رشید بولے۔ کہ میں اپنے الفاظ کے لئے معافی مانگتا ہوں۔ علامہ رسول ناز ٹر۔ لوگ یہ بات بھی کہتے ہیں۔ کہ شیخ عطاء دہریہ ہیں۔ شیخ رشید۔ میں ایک بار پھر معافی مانگتا ہوں اور ونامہ جمہور لاہور فائنل خوانی؛ ۲۸ جولائی ۱۹۷۲ء کو لاہور متحدہ صحافت کے اجلاس میں تین فوت شدگان کی فائنل خوانی کا مسئلہ پیش ہوا۔ جس میں ایک چودھری فضل القادر مرحوم تھے، اور دوسرے دو عقیدہ شناس لفظی صحابہ سے متعلق تھے، چنانچہ مولانا شاہ احمد نورانی نے برقرار فرمایا۔ کہ چودھری صاحب مرحوم چونکہ سنی العقیدہ اور سچے محبت وطن تھے۔ لہذا ہم ان کی فائنل خوانی نہ کر سکتے ہیں۔ لیکن دوسروں کے متعلق ہم معذور ہیں۔ اس لئے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم السلام اور ان کے مخالفین ہیں۔ ہمارے مسلمان علماء حضرت فاضل دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے بموجب وہ فائنل خوانی کے مستحق نہیں۔ اس پر بعض شرکاء نے کہا۔ کہ فائنل خوانی میں کیا حرج ہے؟ نورانی صاحب نے فرمایا۔ آپ کا حرج نہیں۔ تو آپ کی مرضی۔ لیکن ہم اس پر مجبور نہیں۔ چنانچہ آپ نے چودھری صاحب کی فائنل خوانی فرمائی۔ لیکن دوسروں

کی فائنل خواتین میں شامل نہیں ہوئے۔

لبنن کی سماجی : ۱۹۵۸ء میں جب آپ روس کے دورہ پر
نشریف لے گئے۔ تو روسی حکومت کے پروگرام کے مطابق سوٹلسٹ لیڈر
لبنن کی سماجی پر پھول چڑھانے سے انکار کر کے اپنی غیرت ایمانی تعلیم
اسلامی اور مضبوط کردار کا شاندار مظاہرہ فرمایا۔

بھٹو اور نورانی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مولانا نورانی نے
جہاں ایک مرد درویش ہو کر لبنن کی سماجی پر پھول چڑھانے سے انکار
فرما کر ایک بلند دینی ملکی قومی روایت قائم فرمائی۔ وہاں مسٹر بھٹو
نے بائیں تخت و تاج اور صدر مملکت ہوتے ہوئے اپنی دینی ملی واپس
کو نظر انداز کر کے مولانا نورانی کے برعکس کردار ادا کیا۔ چنانچہ بھٹو کے دور
روس کے موقع پر یہ خبر آئی کہ

مانسکو۔ ۷ مارچ۔ صدر ذوالفقار علی بھٹو کی قبر پر پھول
چڑھائے۔ پھولوں کی ڈور پر۔

دو پاکستان کے صدر ذوالفقار علی بھٹو کی طرف سے عظیم لبنن
کو ہر یہ عقیدت۔

کے الفاظ کا ترجمہ کرتے تھے۔ نصرت بھٹو اور پاکستانی وفد کے دوسرے
ارکان بھی اس موقع پر صدر کے ہمراہ تھے پھولوں کی چادر چڑھانے کے
بعد صدر بھٹو لبنن کی یاد میں ایک منٹ کے لئے خاموشی سے ستادہ
رہے۔ (روزنامہ امروز لاہور ۱۸ مارچ ۱۹۷۲ء)

۱۹۷۲ء میں سعودی عرب کے امیر فیصل نے بھی گاندھی کی سماجی پر پھول چڑھائے۔

(نوائے وقت ۱۱/۵/۷۲)

یاد رہے کہ مسٹر جھٹو کا یہ دورہ روس بھارت سازش
کے تحت مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد ہوا تھا۔
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
تمنا درود کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزانوں میں

سابقہ صدیقی سے تاریخی گفتگو

دومولانا نورانی کی جرأت فراسٹ اور سیاسی تبصیر کا یہ شاہکار
نسر اب ہٹا بیٹے۔ "مارچ ۱۹۷۱ء قصر صدایک ٹیھانہ میں
بلایا گیا۔ میں (نورانی) ساڑھے نو بجے صبح اکیلا صدر رنجی سے ملنے
گیا۔ صدر کے ساتھ تین چار آدمی بیٹھے تھے۔ بظاہر فوجی دکھائی
دیتے تھے۔ صدر صاحب گلاسٹھائٹ بیٹھے تھے۔ اور ان کے
منہ سے سخت بدبو آرہی تھی۔ وہ جب ہاتھ ملانے بڑھے تو میں اسی
وقت سمجھے گیہا کہ مے نوشی کا شغل ہو رہا ہے۔

نورانی۔ مسٹر ریڈنٹ آپ نے کس لئے یاد کیا۔
پکلی۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ حالات بہت نازک ہو گئے ہیں۔
نورانی۔ حالات کی نزاکت کا اگر آپ کو احساس ہے تو یہ آپ
کیا پی رہے ہیں۔ اس کو ہٹا بیٹے۔ ملک شدید قسم کے سیاسی بحران سے

گزر رہا ہے۔ اور آپ نے نوشی کی محفلوں میں سیاسی معاملات پر بات کرتے ہیں۔ اس شراب کو مٹا دیے۔ ورنہ ہم جانتے ہیں۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے میں (نورانی) کھڑا ہو گیا۔ لیکن صدر نے اشارہ کر کے گلاس اور بوتل ہٹوا دی۔ اور پھر کہنے لگے۔ "تشریف رکھئے۔"

.. کھلی۔ محیب الرحمن نے دو اسمبلیوں کا مطالبہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی محیب سے اس موضوع پر بات کریں۔

نورانی۔ ملک کی سالمیت کے لئے بہر حال ہم محیب سے بات کریں گے۔ اور صحیح صورت حال آپ کو بتا دی جائے گی۔

دوبارہ طلسمی۔ ۸ بجے رات کو ایوان صدر سے پھر طلسمی آگئی۔ جب میں وہاں پہنچا۔ تو میاں دولتنامہ سردار شوکت حیات۔ مفتی محمود خاں عبداللوی اور ایک اور صاحب صدر کے ساتھ بیٹھے تھے۔

.. کھلی۔ کہئے (شیخ محیب کی ملاقات کا سلسلہ) کیا رہا۔

نورانی۔ مسٹر ریڈیٹرنٹ۔ اقتدار کی منتقلی کا فوری بندوبست کیجئے۔ ورنہ ملک ٹوٹ جائے گا۔ ہم نے ۲۲ فروری کو ہی آپ سے کہہ دیا۔ کہ (اسمبلی کا) سیشن ملتوی نہ کیجئے گا۔

.. کھلی۔ میں کون سے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل کر سکتا ہوں۔

نورانی۔ میں جھٹا کر بولا۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ آپ کو

کون سے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل ہوا تھا۔ جبکہ ۱۹۷۲ء کے بعد اقتدار اسمبلی کو منتقل ہونا چاہئے تھا۔

جنرل پیرزادہ - صدر صحیح کہتے ہیں۔ اقتدار کیسے منتقل ہو سکتا ہے
نورانی - میں ایک دم بولا۔ آپ کو ہماری اور صدر کی گفتگو میں
مداخلت کا حق حاصل نہیں۔ آپ کو ی صاحب ہیں۔ ہم نہیں جانتے اس
وقت تعارف نہیں تھا آپ خاموش رہیں۔ اور صدر سے ہم کو بات
بیکھی - صدر ایوب کیہ ٹک پیرہ کمانڈر رہتے۔ اس لئے انہوں نے
مجھے نامزد کیا تھا۔
نورانی - صدر ایوب کو نہ اپنے بنائے ہوئے آئین کی دھجیاں اڑانے
کا حق تھا۔ نہ آپ کو۔
بیکھی - مجیب اب اقتدار کی نہیں دو ایسیوں کی بات کرتا ہے۔
نورانی - ہم سے انہوں نے کہا کہ صدر بیکھی جھوٹ بولتا ہے۔
بیکھی - مجیب بکاتا ہے۔ سالہ جھوٹا۔
نورانی - مسٹر ریڈنٹ اگر وہ جھوٹا ہے۔ بقول آپ کے۔ اور آپ
جھوٹے ہیں۔ بقول اس کے تو ایک طریقہ سچائی کو پرکھنے کا باقی ہے۔ وہ
یہ کہ ہم سب لوگ یہاں موجود ہیں۔ مشرقی پاکستان کے لوگ بھی ہیں۔ آپ کل
دس بجے صبح سب کو گول میز کانفرنس میں بلا میں معلوم ہو جائے گا۔ کہ
مجیب کیا چاہتا ہے۔ اور آپ کیا چاہتے ہیں۔ سچا کون ہے جھوٹا کون ہے
بیکھی - ذرا بڑھ کر میں گول میز نہیں بلاؤں گا۔
نورانی - میں بھی غصے سے بولا۔ مسٹر صدر آپ مؤذن نہیں۔ کہ
حَیَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہا اور نماز ہو گئی۔

بکھی۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کہ فوج کو حکم دیں کہ وہ اپنا کام شروع کرے۔

نورانی۔ یہ بڑا خطرناک فیصلہ ہو گا۔ مسٹر پیڈیڈنٹ۔
• میری بات کی سب مذکورہ بالا حضرات نے تائید کی۔ وہ سب میری گفتگو پر بڑے مزے لے رہے تھے۔

بکھی۔ بہر حال میں فیصلہ کر چکا ہوں۔

نورانی۔ (ہم سب نے کہا، اس مسئلہ کا فوجی عمل نہیں۔ سیاسی عمل ہونا چاہیے۔)

ابو داؤد۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے خلو ص و حب الوطنی کے جذبہ سے مرثا مشورہ اور حقائق سے لبریز بصیرت افروز گفتگو کو کبھی غماں و کٹھن نہ اپنے غرور و نشہ کی بدستی میں نہ ماننا تھا۔ نہ مانا۔ پھر نورانی صاحب کے مشورہ کے برعکس اس کے فوجی اقدام کا جو نتیجہ رونما ہوا۔ اور جس طرح ملک کے دو ٹکڑے ہوئے۔ وہ سب کے سامنے ہے۔
• بحشی خاں کے پاس بایں فوج و سپاہ اور حکومت و صدارت سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کی بصیرت اندھی۔ سیاست فیل اور پروگرام ناکام ہو گیا۔ اور وہ خود زندہ در گور ہو کر قومی مجرم و ملک کا غارتگر پایا۔
اور بایں درویشی ماشاء اللہ مولانا شاہ احمد نورانی کی فرارست فتح پا گئی۔ بصیرت چمک گئی۔ سیاست جیت گئی۔ اور وہ خود زندہ جاوید بنکر ملک کے عظیم مدبر و دور اندیش رہنما اور قومی ہیرو قرار پائے۔

ہوا بھتی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جس کو تپنے دے ہیں انداز خسروا نہ

پہلی ملاقات۔ یہ بھتی ڈھاکہ میں کھٹی سے مولانا نورانی کی آخری
ملاقات و گفتگو کی روشناس۔ اب آٹے ۲۲ فروری ۱۹۷۱ء کو راولپنڈی
میں کھٹی و نورانی کی پہلی ملاقات و گفتگو کی چند جملگیاں بھی ملاحظہ فرمائیے۔
”محکم ا۔ علی حالات بہت خراب ہیں۔ مشرقی پاکستان و مغربی پاکستان
میں دو دنوں اکثریتی پارٹیاں مشترکہ طور پر مل بیٹھنے کو تیار ہو جائیں
تو ملک کے لئے بہتر ہو گا۔ ورنہ پاکستان کو بچانے کے لئے مجھے اور فوج کو
اپنا فرض ادا کرنا پڑے گا۔“

نورانی۔ مسٹر پرنسپل ڈینٹ۔ اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ سارے
ہی معاملات اسمبلی کے باہر طے ہو جائیں تو پھر اسمبلی کے لئے کیا باقی
بچے گا۔ آئین پر افہام و تفہیم کے لئے اسمبلی میں بات ہونا ضروری ہے۔
اور اسمبلی طے سیاسی مسائل پر گفتگو میں وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اور
یہ اقدام جمہوری روایات کے سخت خلاف ہے۔

”محکم ا۔ میں نے اس عرصہ میں اسمبلی کا اجلاس اس لئے نہیں بلایا
کیا تھا کہ میں پر غلو جس طریقہ سے کوشاں ہوں کہ پاکستان
کے لئے مستقل آئین بن جائے۔“

نورانی۔ دستور بنانے کے لئے آپ نے ایک سو بیس دن کی مدت
مقرر کی ہے۔ بجائے اس کے کہ اسمبلی کے تمام مسائل باہر طے ہوں۔

ہونا یہ چاہیے۔ کہ تمام سیاستدان اسمبلی میں جمع ہوں۔ اور اپنے جہر
دیکھائیں۔ اگر وہ لوگ دستور میں ناکام ہو جائیں گے۔ تو خواہم کہ معلوم
ہو جائے گا۔ کہ سیاستدان آئینی معاملات میں مخلص نہیں بلکہ مستقل
فوجی حکومت پر قرار رکھنا چاہتے ہیں۔

شیخ مجیب الرحمن جو نکلہ اکثریتی پارٹی کے رہنما ہیں۔ اس لئے
مجموعہ سمجھتے ہیں۔ کہ فوجی اسمبلی منشیہ پاکستان کا منشیہ ادارہ ہے۔ اس
لئے ان کو بھی اسمبلی میں اگر بات کرنے کا موقع دینا چاہئے۔ مگر ابھی آپ
نے فرمایا ہے۔ کہ مشرقی پاکستان کی اکثریتی پارٹی اور مغربی پاکستان کی
اکثریتی پارٹیاں مل بیٹھنے کو تیار نہیں۔ یہ بات میں کھٹکتی ہے۔ کیونکہ ایک
ملک میں ایک اسمبلی کے تحت ایک میجرٹی پارٹی ہوتی ہے۔ ملک میں
کہ دو اکثریتی پارٹیاں ہوں۔

محکم دلائل سے مزین و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
ہے۔ اور وہ اسمبلی سے بائیکاٹ کی باتیں کر رہے ہیں۔
اگر مغربی پاکستان کے تمام اراکین اسمبلی میں نہ جائیں۔ تو ظاہر
ہے کہ مجھے اجلاس ملتوی کرنا پڑے گا۔

نورانی۔ آپ کو آپ کے بنائے ہوئے "لیگل فریم ورک" اور
اسمبلی کا اجلاس ہٹا کر اس کو ملتوی کرنے کا حق نہیں دیا ہے
اگر کچھ رکن شریک نہیں ہونا چاہتے۔ تو نہ ہوں۔ آپ کی ذمہ داری
یہ نہیں۔ کہ کسی کو مجبور کریں۔ آپ نے ہی قاعدہ قانون بنایا ہے۔

کہ اسمبلی کا ہر رکن دس دن کے اندر راند ر حلف اٹھالے ورنہ اس کی رکنیت ختم کر دی جائے گی۔ یہ قانون بھی موجود ہے۔ تو پھر فکر کی کیا بات ہے؟

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
نہیں جناب یہ ممکن کیاں دی جا رہی ہیں۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی بڑا ہنگامہ کھڑا نہ ہو جائے۔

جناب آپ چیف مارشل لاؤ ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ ان
نورانی خدایوں کو حرکت میں لائیے جو آپ نے بنائے ہیں۔

اگر مغربی پاکستان کے تمام ممبران اسمبلی متفقہ طور پر اسمبلی سے بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیں گے۔ تو مشرقی پاکستان کے خواہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہونگے کہ مغربی پاکستان کے خواہم کو ان کی اکثریت گوارا نہیں۔ ارباب اقتدار مشرقی پاکستان والوں کو شریک اقتدار کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے ہر ایسی تحریک کو جس میں ذرہ برابر بھی کسی تنبیہ کا شائبہ ہو۔ تقویت پہنچانا اور ایسے جذبے کی ہمت افزائی کرنا درست نہیں۔ لہذا وقت مقررہ کے مطابق اسمبلی کا اجلاس ہونا چاہیے اور پھر نوبت پورا ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
اسمبلی کی طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔
نورانی۔ یہ بات مغربی پاکستان کے اراکین اسمبلی پر منحصر نہیں۔ آپ اجلاس ملتوی نہ کیجئے گا۔

.. بھئی۔ کیا آپ کی جماعت اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوگی؟
نورانی۔ ”بالکل“ شریک ہوگی۔

.. بھئی۔ بہتر تو یہی ہے۔ کہ شرکت نہ کی جائے۔ کیونکہ مغربی پاکستان
کی اکثریتی پارٹی شریک نہیں ہوگی۔ کیا آپ لوگ ان کی جھمکیاں نہیں
سن رہے کہیں خون خرابہ نہ ہو جائے۔

نورانی۔ مگر آپ کا ارادہ یہی ہے کہ مغربی پاکستان کے اراکین شریک نہ ہوں

تو پھر تین مارچ کے سیشن میں شرکت کے لئے آپ نے ”سمن“ کیوں جاری کرائے
تھے۔ (بادیہ نے کہ سہ مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کیلئے جو خطوط
بھجوائے گئے تھے۔ ان پر ”سمن“ کا لفظ لکھا تھا) اگر ”سمن“ جاری کر دئے
گئے تھے اور بعد کو یہ معلوم ہوا تھا کہ کچھ اراکین شرکت ہونگے تو ”سمن“ الپس کے لئے
جائے ما اب اگر آپ جانتے ہیں کہ کوئی شرکت ہو۔ تو ”سمن“ واپس لے لیجئے۔

بہر حال ہمیں چونکہ اسمبلی کے اجلاس کے ”سمن“ مل چکے ہیں۔ لہذا ہم

ضرور شرکت کے لئے ڈھاکہ جائیں گے۔ ہر پارٹی اپنا فیصلہ کرنے میں آزاد
ہے۔ عوام کے منتخب نمائندے چونکہ عوام کی طرف سے اسمبلی میں جانے
کے لئے چنے گئے ہیں۔ بائیکاٹ کرنے کے لئے نہیں۔ اس لئے ہم ڈھاکہ
جانے پر مجبور ہیں۔

نحامہ نشی۔ میں طویل بات ختم کر چکا۔ صدر بھئی سننے رہے
اور گول کر گئے۔ خاموشی رہی۔ اور میں پھر بولا۔

نورانی۔ مشرپیڈینٹ۔ آپ کو معلوم ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام میں شدت جذبات سے بڑا خطرناک لاداکپ چکا ہے۔ جو اب کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ لاداکے کوٹکانے میں کون لوگوں کا حصہ ہے۔ اس کے پھٹنے کا صحیح وقت وہ ہوگا جب آپ ۳۔ مارچ کے اجلاس کو ملتوی کرنے کا اعلان کر دیں گے۔

مشرپیڈینٹ کیا آپ کے علم میں وہاں کی صحیح صورت حال لائی گئی ہے؟

بھئی۔ ہر حال اگر وہ لاداک۔ پھٹے گا۔ تو ہماری فوجیں موجود ہیں اور یہی بات اس پر کنٹرول کر لوں گا۔ اس لاداکے کو بننے نہیں دینگا۔

نورانی۔ مشرپیڈینٹ۔ ایوب نہاں کے دور میں ۱۹۶۶ء میں کیا فوج بلوچستان میں لگتی اور منیگل قبائل سے مسلسل کئی ماہ تک برسرِ پیکار نہیں رہی تھی۔ ان دنوں معتبر ذرائع سے سنا جاتا تھا۔ کہ ان قبائل کو دبانے کے لئے ہوائی جہاز بھی استعمال کئے گئے تھے۔ کیا ۱۹۶۶ء جیسے حالات بنگال میں تو پیدا نہیں ہو جائیں گے؟

بھئی۔ کیا مطلب؟

نورانی۔ بلوچستان میں پہاڑیاں تھیں۔ تو مشرقی پاکستان میں جنگلات۔ گوریلا جنگ کے لئے بہترین محل وقوع رکھتے ہیں۔ اگر ہم یہاں تربیت نہیں ہوتے اور جملہ وسائل کو بروئے کار لاکر بھی معافی

مانگ کر بیٹ سکتے ہیں۔ تو کیا وہاں ایسی پوزیشن تو نہیں آجائیگی۔
بیکسی۔ (غصے میں) کسی قسم کی معافی نہیں مانگی گئی۔
نورانی۔ آرمی ایکشن ختم کر دینا۔ سہرا ریاں بچا ل کر دینا
معافی مانگتے ہی کے مترادف ہے۔

بیکسی۔ جناب اب وقت گزر چکا ہے۔

نورانی۔ مسٹر ریڈیڈنٹ خوب غور کر لیجئے۔ کہ جو ترقی
ممالک کی صف میں نہیں۔ ترقی پذیر ملک ہیں۔ ترقی یافتہ ملک امریکا
بھی بیت نام میں کبیل کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ مگر کبیل اسے نہیں چھوڑتا
پاکستان کے مشرقی نعلے کے مسلمانوں کے خلاف ابھر کر معقول
سبب کے فوجی کارروائی کرنے کے نتائج انتہائی خطرناک ہونگے۔ اور
بھارت کے لئے بڑی سازگار فضا پیدا ہو جائے گی۔ کہ مشرقی پاکستان
کی طرف لپک پڑے۔ اور اس طرح مشرقی پاکستان کے چھوڑ کر مسلمان
بھارت کے طوق غلامی کا شکار ہو جائیں گے۔

بیکسی۔ اس قسم کے تمام اندیشے بے سود ہیں۔ اور بھارتی فوجیں
ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ فکر مند نہ ہوں
تم حالات کو خوب سمجھ چکے ہیں۔

الوداؤد۔ افسوس صد افسوس کہ مولانا نورانی کے ملک
کی صورت حال کے تمام نتائج جو اقب سے آگاہ فرمانے اور ملک کی
نازک ترین صورت حال کے پہلو پر روشنی ڈالنے کے باوجود کبھی

اپنی ہٹ دھرمی تمام نیالی۔ خروردانیت اور غلط اندیشی پر
ڈنھا رہا۔ پھر اس کے غلط اقدام سے ملک میں جو حشر یہ پا ہوا۔ جس
نظامانہ طریقہ سے مشرقی پاکستان کو کاٹا گیا۔ جو عظیم ترین جانی مالی
نقصان پہنچا۔ ایک لاکھ کے قریب فوج گرفتار ہوئی۔ جس طرح ملک
کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور تاریخ تھلے مولانا شاہ نورانی کے
بر وقت صحیح ترین مشورہ، ایمانی فراست۔ سیاسی بصیرت اور ان
کے تجربہ بڑی تیر کی جس طرح تصدیق کی۔ وہ سب پرشیاں ہے (آخر
میں مرزا بیٹ کی نقاب کشائی کے متعلق بھی نورانی یحییٰ ملاقات کا
ایک حصہ ملاحظہ ہو)۔

ایم۔ ایم احمد۔ نورانی۔ مسٹر پیٹر نٹ۔ کیا آپ کے
علم میں ہے کہ ہمارے عوام خواہ وہ مشرقی پاکستان کے ہوں۔ یا
مغربی پاکستان کے۔ مسٹر ایم ایم احمد۔ سے نفرت کرتے ہیں۔
بھائی۔ ہاں مجھے معلوم ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام مسٹر احمد
نفرت کرتے ہیں۔ لیکن مغربی پاکستان کے عوام کے بارے میں کچھ معلوم
نہیں تھا۔ آخر مغربی پاکستان کے عوام کی نفرت کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں۔
نورانی۔ ان کی غلط اقتصادی منصوبہ بندی کی بنا پر۔
ملک مسلسل مفروضہ ہونے کے علاوہ مزید بہت سے دلائل ہیں۔
(جو زبان پیش کئے گئے)
بھائی۔ مولانا صاحب۔ یہ باتیں مجھے معلوم نہیں تھیں۔ اب

میں حالات سمجھ گیا۔ غرور غور کر دنگا۔

لانٹرواؤ۔ ہفت روزہ پیمانہ کراچی ۸ مئی ۱۹۷۲ء
ادم برسر مطلب۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی ”حق گوئی عبادی“
کے موضوع پر جو جیت مشالیں پیش کی گئی ہیں۔ ان سے بخوبی معلوم
ہو سکتا ہے کہ دیگر صحافتیوں اور خبریوں کے علاوہ قدرت
نے انہیں نازک سے نازک مواقع پر اپنے مافی الضمیر کے اظہار و
کلمہ حق لینے کا کتنا دافر ملکہ عطا فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں ”حق گوئی نورانی“
ملاقات کی روٹا داکر چہ طویل ہو گئی ہے۔ لیکن اس سے مولانا نورانی
کی تاریخی شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کتاب کو بھی ایک تاریخی دستاویز
کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور چونکہ اس روٹا داکر سے پاکستان کی
انتہائی نازک صورت حال و مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے حالات پر
روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے اہم ہے۔ تقاریر میں اس تفصیل سے اکتاہٹ
محسوس کرنے کی بجائے اس کی اہمیت سے محظوظ ہونگے۔

اس موضوع کے چند واقعات و ”نورانی و سچی“ ملاقات نے واضح
کر دیا ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی نہ کسی سے دب سکتے ہیں نہ یک سکتے
ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ بڑے سے بڑے امر و ڈکٹیٹر۔ اور حد یہ کہ صدر
مملکت اور فوجی حکومت کے سربراہ چیف آف مارشل لا و ایڈمنسٹریٹر
کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کی غلطیوں کی اصلاح و نشانہ ہی
بھی کر سکتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ اسے تر کی بہتر کی جواب دینے کی بھی قوت

یاد رہے کہ مسٹر بھٹو کا یہ دورہ روس بھارت سازش
کے تحت مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد ہوا تھا۔
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
تمنا درودِ دل کی ہے تو کر خدمتِ فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزانوں میں

سابق صدرِ کجی سے تاریخی گفتگو

مولانا نورانی کی جرأت فراسات وریا سی تبصیر کا یہ شاہکار
نسر اب ہٹا بیٹے۔ ”مارچ ۱۹۷۱ء قصرِ صداک ڈھاکہ میں
بلایا گیا۔ میں (نورانی) ساڑھے نو بجے صبح اکیلا صدرِ کجی سے ملنے
گیا۔ صدر کے ساتھ تین چار آدمی بیٹھے تھے۔ بظاہر فوجی دکھائی
دیتے تھے۔ صدر صاحب گلاسٹن ہاؤس بیٹھے تھے۔ اور ان کے
منہ سے سخت بدبو آرہی تھی۔ وہ جب ہاتھ ملانے بڑھے تو میں اسی
وقت سمجھے گیسا کہ مے نوشی کا شغل ہو رہا ہے۔

نورانی۔ مسٹر ریڈیڈنٹ آپ نے کس لئے یاد کیا۔
کجی۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ حالات بہت نازک ہو گئے ہیں۔
نورانی۔ حالات کی نزاکت کا اگر آپ کو احساس ہے تو یہ آپ
کیا پی رہے ہیں۔ اس کو ہٹا بیٹے۔ ملک شدید قسم کے سیاسی بحران سے

گزر رہا ہے۔ اور آپ نے نوشی کی محفلوں میں سیاسی معاملات پر بات کرتے ہیں۔ اس شراب کو مٹا دیے۔ ورنہ ہم جاتے ہیں۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے میں (نورانی) کھڑا ہو گیا۔ لیکن صدر نے اشارہ کر کے گلاس اور بوتل مٹوا دی۔ اور پھر کہنے لگے۔ "تشریف رکھئے۔"

.. کھلی۔ محیب الرحمن نے دو اسمبلیوں کا مطالبہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی محیب سے اس موضوع پر بات کریں۔

نورانی۔ ملک کی سالمیت کے لئے بہر حال ہم محیب سے بات کریں گے۔ اور صحیح صورت حال آپ کو بتا دی جائے گی۔

دوبارہ طلبی۔ ۸ بجے رات کو ایوان صدر سے پھر طلبی آگئی۔ جب میں وہاں پہنچا۔ تو میاں دولتنامہ سردار شوکت حیات۔ مفتی محمود خاں عبدالولی اور ایک اور صاحب صدر کے ساتھ بیٹھے تھے۔

.. کھلی۔ کہئے (شیخ محیب کی ملاقات کا سلسلہ) کیا رہا۔

نورانی۔ مسٹر ریڈیئرٹ۔ اقتدار کی منتقلی کا فوری بندوبست کیجئے۔ ورنہ ملک ٹوٹ جائے گا۔ ہم نے ۲۲ فروری کو ہی آپ سے کہہ دیا۔ کہ (اسمبلی کا) سیشن ملتوی نہ کیجئے گا۔

.. کھلی۔ میں کون سے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل کر سکتا ہوں۔

نورانی۔ میں جھٹا کر بولا۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ آپ کو

کون سے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل ہوا تھا۔ جبکہ ۱۹۶۲ء کے اجراء قرار اسمبلی کو منتقل ہونا چاہئے تھا۔

جنرل پیرزادہ - صدر صحیح کہتے ہیں۔ اوقت دار کیسے منتقل ہو سکتا ہے
نورانی - میں ایک دم بولا۔ آپ کو ہماری اور صدر کی گفتگو میں
مداخلت کا حق حاصل نہیں۔ آپ کو کن صاحب ہیں۔ ہم نہیں جانتے اس
وقت تعارف نہیں تھا) آپ خاموش رہیں۔ اور صدر سے ہم کو بات
بکھی - صدر رایوب کی یہ ٹاکہ پھر کماٹا رہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے
مجھے نامزد کیا تھا۔

نورانی - صدر رایوب کو نہ اپنے بنائے ہوئے آئین کی دھجیاں اڑانے
کا حق تھا۔ نہ آپ کو۔

بکھی - مجیب اب اقتدار کی نہیں دیا ایسیوں کی بات کرتا ہے۔
نورانی - ہم سے انہوں نے کہا کہ صدر بکھی جھوٹ بولتا ہے۔
بکھی - مجیب بکاتا ہے۔ سالہ جھوٹا۔

نورانی - مسٹر ریڈینٹ اگر وہ جھوٹا ہے۔ بقول آپ کے۔ اور آپ
جھوٹے ہیں۔ بقول اس کے تو ایک طریقہ سچائی کو پرکھنے کا باقی ہے۔ وہ
یہ کہ ہم سب لوگ یہاں موجود ہیں۔ مشرقی پاکستان کے لوگ بھی ہیں۔ آپ کل
دس بجے صبح سب کو گول میز کانفرنس میں بلائیں۔ معلوم ہو جائے گا۔ کہ
مجیب کیا چاہتا ہے۔ اور آپ کیا چاہتے ہیں۔ سچا کون ہے جھوٹا کون ہے
بکھی - دذرا بوجھ ہو کہ میں گول میز نہیں بلاؤں گا۔

نورانی - میں بھی غصے سے بولا۔ مسٹر صدر آپ مؤذن نہیں۔ کہ
حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ کہا اور نماز ہو گئی۔

• بکھی۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کہ فوج کو حکم دوں کہ وہ اپنا کام شروع کرے۔

نورانی۔ یہ بڑا خطرناک فیصلہ ہو گا۔ مسٹر پریذیڈنٹ۔
• میری بات کی سب مذکورہ بالا حضرات نے تائید کی۔ وہ سب میری گفتگو پر بڑے مزے لے رہے تھے۔

• بکھی۔ بہر حال میں فیصلہ کر چکا ہوں۔
نورانی۔ (ہم سب نے کہا، اس مسئلہ کا فوجی عمل نہیں۔ سیاسی عمل ہونا چاہیے۔)

ابو داؤد۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے خلو ص و حب الوطنی سے جذبہ سے سرشار مشورہ اور حقائق سے لبریز بصیرت افروز گفتگو کو بکھی نحاں و کٹھن نے اپنے غرور و نشہ کی بدستی میں نہ ماننا تھا۔ نہ مانا۔ پھر نورانی صاحب کے مشورہ کے برعکس اس کے فوجی اقدام کا جو نتیجہ رونما ہوا۔ اور جس طرح ملک کے دو ٹکڑے ہوئے۔ وہ سب کے سامنے ہے۔
• بکھی نحاں کے پاس بایں فوج و سپاہ اور حکومت و صدارت سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کی بصیرت اندھی۔ سیاست قبل اور پروگرام ناما کام ہو گیا۔ اور وہ خود زندہ در گور ہو کر قومی مجرم و ملک کا غارتگر پایا اور بایں درویشی ماشاء اللہ مولانا شاہ احمد نورانی کی فرست فوج پاکٹی۔ بصیرت چمک گئی۔ سیاست جیت گئی۔ اور وہ خود زندہ جاوید ملک کے عظیم مدبر و دور اندیش رہنما اور قومی ہیرو قرار پائے۔

ہوا بھتی گوتند و نیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

پہلی ملاقات۔ یہ بھتی ڈھاکہ میں کھلی سے مولانا نورانی کی آخری ملاقات و گفتگو کی روشناس۔ اب آٹے ۲۲ فروری ۱۹۷۱ء کو راولپنڈی میں کھلی و نورانی کی پہلی ملاقات و گفتگو کی چند جملگیاں بھی ملاحظہ فرمائیے۔
”محکم!۔ مکی حالات بہت خراب ہیں۔ مشرقی پاکستان و مغربی پاکستان میں دو دنوں انٹرنیٹ پارٹیاں مشترکہ طور پر مل بیٹھنے کو تیار ہو جائیں تو ملک کے لئے بہتر ہو گا۔ ورنہ پاکستان کو بچانے کے لئے مجھے اور فوج کو اپنا فرض ادا کرنا پڑے گا۔“

نورانی۔ مشرپرنڈینٹ۔ اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ سارے ہی معاملات اسمبلی کے باہر طے ہو جائیں تو پھر اسمبلی کے لئے کیا باقی بچے گا۔ آئین پر افہام و تفہیم کے لئے اسمبلی میں بات ہونا ضروری ہے۔ اور اسمبلی طے سیاسی مسائل پر گفتگو میں وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اور یہ اقدام جمہوری روایات کے سخت خلاف ہے۔

”محکم!۔ میں نے اس غرض میں اسمبلی کا اجلاس اس لئے نہیں بلایا
کیا تھا۔ کہ میں پر غلو ص طریقہ سے کوشاں ہوں کہ پاکستان
کے لئے مستقل آئین بن جائے۔“

نورانی۔ دستور بنانے کے لئے آپ نے ایک سو بیس دن کی مدت مقرر کی ہے۔ بجائے اس کے کہ اسمبلی کے تمام مسائل باہر طے ہوں۔

ہونا یہ چاہیے کہ تمام سیاستدان اسمبلی میں جمع ہوں۔ اور اپنے جہر
دیکھائیں۔ اگر وہ لوگ دستور میں ناکام ہو جائیں گے۔ تو خواہم کہ وہ
ہو جائے گا۔ کہ سیاستدان آئینی معاملات میں مخلص نہیں بلکہ مستقل
فوجی حکومت پر قابض رہنا چاہتے ہیں۔

شیخ مجیب الرحمن جو کنگہ اکثریتی پارٹی کے رہنما ہیں۔ اس لئے
میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی اپنی منہج پاکستان کا متعین ادارہ ہے۔ اس
لئے ان کو بھی اسمبلی میں آکر بات کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ مگر ابھی آپ
نے فرمایا ہے کہ مشرقی پاکستان کی اکثریتی پارٹی اور مغربی پاکستان کی
اکثریتی پارٹیاں مل بیٹھنے کو تیار نہیں۔ یہ بات میں کھٹکتی ہے۔ کیونکہ ایک
ملک میں ایک اسمبلی کے تحت ایک میجرٹی پارٹی ہوتی ہے۔ ملک وہیں
کہ وہ اکثریتی پارٹیاں ہوں۔

محکم دلائل سے مزین و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
میں۔۔۔ یہ اور وہ اسمبلی سے بائیکاٹ کی باتیں کر رہے ہیں۔
اگر مغربی پاکستان کے تمام اراکین اسمبلی میں نہ جائیں۔ تو ظاہر
ہے کہ مجھے اجلاس ملتوی کرنا پڑے گا۔

لورائی۔ آپ کو آپ کے بنائے ہوئے "لیگل فریم ورک آرڈر"
نے اسمبلی کا اجلاس بلا کر اس کو ملتوی کرنے کا حق نہیں دیا ہے
اگرچہ رکن مشراب نہیں ہونا چاہئے۔ تو نہ ہوں۔ آپ کی ذمہ داری
یہ نہیں۔ کہ کسی کو مجبور کریں۔ آپ نے ہی قاعدہ قانون بنایا ہے۔

کہ اسمبلی کا ہر رکن دس دن کے اندر راجد حلف اٹھا لے ورنہ اس کی رکنیت ختم کر دی جائے گی۔ تب یہ قانون بھی موجود ہے۔ تو پھر فکر کی کیا بات ہے؟

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
نہیں جناب دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ اس لئے مجھے
خدا کا شکر ہے کہ کہیں کوئی بڑا ہنگامہ کھڑا نہ ہو جائے۔

جناب آپ چیف مارشل لاؤ ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ ان
نورانی اخباریوں کو حرکت میں لائیے جو آپ نے بنائے ہیں۔
اگر مغربی پاکستان کے تمام ممبران اسمبلی متفقہ طور پر اسمبلی سے
بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیں گے۔ تو مشرقی پاکستان کے خواہم یہ سمجھنے میں
حق بجانب ہونگے۔ کہ مغربی پاکستان کے خواہم کو ان کی اکثریت گوارا
نہیں۔ اور باب اقتدار مشرقی پاکستان والوں کو مشترک اقتدار کرنا
نہیں جانتے۔ اس لئے ہر ایسی تحریک کو جس میں ذرہ برابر بھی کسی امتیاز
کا شائبہ ہو۔ تقویت پہنچانا اور ایسے جذبے کی ہمت افزائی کرنا درست
نہیں۔ لہذا وقت مقررہ کے مطابق اسمبلی کا اجلاس ہونا چاہیے اور
بہر نوع پورا ہو گا۔

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
اسمبلی کی طرح عمل اختیار کرتے ہیں۔
نورانی۔ یہ بات مغربی پاکستان کے اراکین اسمبلی پر منحصر نہیں۔ آپ
اجلاس ملتوی نہ کیجئے گا۔

.. بھئی۔ کیا آپ کی جماعت اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوگی؟
نورانی۔ ”بالکل“ شریک ہوگی۔

.. بھئی۔ بہتر تو یہی ہے۔ کہ شرکت نہ کی جائے۔ کیونکہ مغربی پاکستان
کی اکثریتی پارٹی شریک نہیں ہوگی۔ کیا آپ لوگ ان کی جھمکیاں نہیں
سن رہے کہیں خون خرابہ نہ ہو جائے۔

نورانی۔ اگر آپ کا ارادہ یہی ہے کہ مغربی پاکستان کے اراکین شریک نہ ہوں
تو پھر بین مارچ کے سیشن میں شرکت کے لئے آپ ضرور سمن ہو کیوں جاری کرائے
تھے۔ (باد سے کہ سر مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کیلئے جو خطوط
بھجوائے گئے تھے۔ ان پر ”سمن“ کا لفظ لکھا تھا) اگر ”سمن“ اجاگر کر دئے
گئے تھے اور بعد کو معاذ ہو ا تھا کہ کچھ اراکین شرکت ہو گئے تو سمن الیس نے لئے
جائے ماب اگر آپ جانتے ہیں کہ کوئی شریک ہو۔ تو ”سمن“ واپس لے لیجئے۔
بہر حال ہمیں چونکہ اسمبلی کے اجلاس کے ”سمن“ مل چکے ہیں۔ لہذا ہم
ضرور شرکت کے لئے ڈھاکہ جائیں گے۔ ہر پارٹی اپنا فیصلہ کرنے میں آزاد
ہے۔ عوام کے منتخب نمائندے۔ چونکہ عوام کی طرف سے اسمبلی میں جانے
کے لئے چنے گئے ہیں۔ بائیکاٹ کرنے کے لئے نہیں۔ اس لئے ہم ڈھاکہ
جانے پر مجبور ہیں۔

خاموشی۔ میں طویل بات ختم کر چکا۔ صدر بھئی سننے رہے
اور گول کر گئے۔ خاموشی رہی۔ اور میں پھر بولا۔

نورانی۔ مسٹر پیڈیٹنٹ۔ آپ کو معلوم ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام میں شدت جذبات سے بڑا خطرناک لادائیک چکا ہے۔ اب کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ لادے کو پکانے میں کون لوگوں کا حصہ ہے۔ اس کے پھٹنے کا صحیح وقت وہ ہوگا جب آپ ۳۔ مارچ کے اجلاس کو ملتوی کرنے کا اعلان کر دیں گے۔

مسٹر پیڈیٹنٹ کیا آپ کے علم میں وہاں کی صحیح صورت حال لانی گئی ہے؟

بھائی۔ بہر حال اگر وہ لایا۔ پھٹے گا۔ تو ہماری فوجیں موجود ہیں اور یہی باتیں اس پر کنٹرول کر لوں گا۔ اس لادے کو بننے نہیں دینگا۔

نورانی۔ مسٹر پیڈیٹنٹ۔ ایوب نہاں کے دور میں ۱۹۶۶ء میں کیا فوج بلوچستان میں لگتی اور منگل قبائل سے مسلسل کئی مائیک برسہ بیکار نہیں رہی تھی۔ ان دنوں معتبر ذرائع سے سنا جاتا تھا کہ ان قبائل کو دبانے کے لئے ہوائی جہاز بھی استعمال کئے گئے تھے۔ کیا ۱۹۶۶ء جیسے حالات بنگال میں تو پیدا نہیں ہو جائیں گے؟

بھائی۔ کیا مطلب؟

نورانی۔ بلوچستان میں پہاڑیاں تھیں۔ تو مشرقی پاکستان میں جنگلات۔ گوریلا جنگ کے لئے بہترین محل وقوع رکھتے ہیں۔ اگر ہم یہاں قریب ترین ہونے اور حملہ وسائل کو بروئے کار لا کر کتنی معافی

مانگ کر بیٹھ سکتے ہیں۔ نوکیلا و ملاں ایسی پوزیشن تو نہیں آجائیں گی۔
.. کھلی۔ (غصے میں) کسی قسم کی معافی نہیں مانگی گئی تھی۔
نورانی۔ آرمی ایکشن ختم کر دینا۔ سرداریاں بچا ل کر دینا۔
معافی مانگتے ہی کے مترادف ہے۔

.. کھلی۔ جناب اب وقت گزر چکا ہے۔

نورانی۔ مسٹر ریڈیڈنٹ خوب غور کر لیجئے۔ کہ یہ ترقی یافتہ
ممالک کی صف میں نہیں۔ ترقی پذیر ملک ہیں۔ ترقی یافتہ ملک امریکہ
بھی بیت نام میں کہل کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ مگر کہیں اسے نہیں چھوڑنا
پاکستان کے مشرقی خطے کے مسلمانوں کے خلاف بغیر کسی معقول
سبب کے فوجی کارروائی کرنے کے نتائج انتہائی خطرناک ہونگے۔ اور
بھارت کے لئے بڑی سازگار فضا پیدا ہو جائے گی۔ کہ مشرقی پاکستان
کی طرف لپک پڑے۔ اور اس طرح مشرقی پاکستان کے چپے کو بڑھایا
بھارت کے طوق غلامی کا شکار ہو جائیں گے۔

.. کھلی۔ اس قسم کے تمام اندیشے بے سود ہیں۔ اور ہمارے فوجیں
ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ فکر مند نہ ہوں
تم حالات کو خوب سمجھ چکے ہیں۔

الوداؤد۔ افسوس صد افسوس کہ مولانا نورانی کے ملک
کی صورت حال کے تمام نتائج جو اقب سے اسکام فرمانے اور ملک کی
نازک ترین صورت حال کے پہلو پر روشنی ڈالنے کے باوجود کیٹریجی

اپنی ہٹ دھرمی تمام خیالی۔ ضرور دانا بیت اور غلط اندیشی پر
ڈنھا رہا۔ پھر اس کے غلط اقدام سے ملک میں جو حشر یہ پا ہوا۔ جس
نہا مانہ طریقہ سے مشرقی پاکستان کو کاٹا گیا۔ جو غلط ترین جہانی مالی
نقصان پہنچا۔ ایک لاکھ کے قریب فوج گرفتار ہوئی۔ جس طرح ملک
کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور تاریخی جملے مولانا شاہ نورانی کے
بر وقت و صحیح ترین مشورہ، ایمانی فراست۔ سیاسی بصیرت اور ان
کے تجربہ و تہذیب کی جس طرح تصدیق کی۔ وہ سب پر ثبوت ہے (آخر
میں مرزا بیت کی نقاب کشائی کے متعلق بھی نورانی سچائی ملاحظات کا
ایک حصہ ملاحظہ ہو)۔

ایم۔ ایم احمد۔ نورانی۔ مشر بہ ریڈیو ٹنٹ۔ کیا آپ کے
علم میں ہے۔ کہ ہمارے عوام خواہ وہ مشرقی پاکستان کے ہوں۔ یا
مغربی پاکستان کے۔ مشر ایم احمد۔ سے نفرت کرتے ہیں۔
بھائی۔ ہاں مجھے معلوم ہے۔ کہ مشرقی پاکستان کے عوام مشر احمد
نفرت کرتے ہیں۔ لیکن مغربی پاکستان کے عوام کے بارے میں کچھ معلوم
نہیں تھا۔ آخر مغربی پاکستان کے عوام کی نفرت کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں۔
نورانی۔ ان کی غلط اقتصادی منصوبہ بندی کی بنا پر۔
ملک مسلسل مفروضہ ہونے کے علاوہ مزید بہت سے دلائل ہیں۔
(جو زبان پیش کئے گئے)

بھائی۔ مولانا صاحب۔ یہ باتیں مجھے معلوم نہیں تھیں۔ اب

میں حالات سمجھ گیا۔ غور غور کر دنگا۔

لانٹرواؤ۔ ہفت روزہ پیمان کراچی ۸ مئی ۱۹۷۲ء
احمد برسر مطلب۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی ”حق گوئی عیاں“
کے موضوع پر جو چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ ان سے بخوبی معلوم
ہو سکتا ہے کہ دیگر صلاحیتوں اور خوبیوں کے علاوہ قدرت
نے انہیں نازک سے نازک مواقع پر اپنے مافی الضمیر کے اظہار و
کلمہ حق لینے کا کتنا وافر ملکہ عطا فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں ”یحییٰ نورانی“
ملاقات کی روٹا دا کر یہ طویل بیانی ہے لیکن اس سے مولانا نورانی
کی تاریخی شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کتاب کو بھی ایک تاریخی مسئلہ
کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور چونکہ اس روٹا دا سے پاکستان کی
انتہائی نازک صورت حال و مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے حالات پر
روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے امیہ ہے۔ تقاریر میں اس تفصیل سے الٹا ہٹ
محسوس کرنے کی بجائے اس کی اہمیت سے محفوظ ہو گئے۔

اس موضوع کے چند واقعات ”نورانی و یحییٰ“ ملاقات نے واضح
کر دیا ہے۔ کہ مولانا شاہ احمد نورانی نہ کسی سے دب سکتے ہیں نہ یک سکتے
ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ بڑے سے بڑے آمر و ڈکٹیٹر۔ اور حد یہ کہ صدر
ممالک اور فوجی حکومت کے سربراہ چیف آف مارشل لا و ایڈمنسٹریٹر
کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کی غلطیوں کی اصلاح و نشانہ دہی
بھی کر سکتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ اسے ترہ کی بہ ترہ کی جواب دینے کی بھی قوت

و جگر گردہ رکھتے ہیں۔ اور ہمارے عظیم اسلاف و ائمہ حق کی پیروی میں
بھی وہ مقام ہے۔ جس سے کسی شخصیت کی عظمت و بلند کردار ایشیاء و قریانی
اور داخلی و قلبی استقامت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ورنہ جہان ناک اپنی غرض
مخاد پرستی کے لئے ایک دوسرے کی چال پوسی خصوصاً امراء و محکام کی
خوشامد و نیاز مندی اور ابن الوقتی و قصیدہ خوانی اور بزدلی و عافیت
کوشی کا تعلق ہے یہ کام تو گھٹیا سے گھٹیا شخص بھی سرانجام دے سکتا
ہے۔ بہر حال مولانا شاہ احمد نورانی کے کردار میں ان کی عاجز و اپنی اور حق گوئی
و بیباکی کا بہت اور نچا مقام ہے۔ اور ان کے اس وصف نے ہی ایک دنیا
کو ان کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ اور لوگوں سے حق و صداقت کی نشانی

مولانا شاہ احمد نورانی کا نعرہ لگوا دیا ہے۔

”نورانی بھائی“ ناکرات میں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ ڈھاکہ کی پہلی ملاقات
میں مولانا شاہ احمد نورانی نے سابق صدر ریجیسی کو فوجی افسروں کی
موجودگی میں شراب نوشی پر سرزنش کی۔ اور دوسری ملاقات میں ملک کے
مشہور لیڈروں کی مجلس میں کھینچی خاں سے جبراً ائمہ گنہگار فرمائی۔ جس سے
کی حق گوئی و بیباکی کا پہلو اور نمایاں ہو جاتا ہے۔

اللہ کے زور بیاں اور زیادہ

تبلیغی اثرات۔ شراب نوشی کے سلسلہ میں مولانا شاہ احمد نورانی
کی حق گوئی و بیباکی نے جہاں کھینچی خاں کو متاثر کیا۔ وہاں آپ کی شکفتہ
بیانی شیریں لسانی حق گوئی و بیباکی اور مناظروں تقریروں اور مؤثر

اندر بیان سے کم و بیش ایک ہزار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن میں سے چھ سو کے قریب مشرف بہ اسلام ہونے والے ہزارانی قادیانی مکتب فکر سے متعلق تھے۔ ان کو مسلمین میں پادری۔ راہب۔ وکلاء۔ ڈاکٹر۔ انجینئر اور عالی تعلیم یافتہ لوگ کثرت سے شامل ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

قلمی مساعی۔ اُردو زبان کی تقریری تبلیغ۔ وعظ و مناظرہ اور بیانات کے علاوہ مولانا نورانی نے قلمی مساعی کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ چنانچہ اسلام کے بارے میں ابتدائی معلومات پر مشتمل پمفلٹ اردو فرانسیسی انگریزی اور متعدد دوسری زبانوں میں شائع کر کے پاکستان و بیرون پاکستان ان مقامات پر تقسیم کرنے کے انتظامات کئے ہیں۔ جہاں ایک غرض سے مشنری جوان لڑکیوں کے ہاتھوں اپنا لٹریچر تقسیم کر رہے تھے۔ اس طرے آپ نے ہزاروں مسلمانوں کو عیسائیت کے جاں میں پھنسنے سے بچا لیا۔ آپ نے کراچی میں "اسلامک انفارمیشن سینٹر" قائم کر رکھا ہے۔ جہاں بکثرت اشکان حق آکر اپنے مسائل کا حل معلوم کرتے ہیں۔ ردِ عقیدہ و مرزائیت میں آپ کی حسبِ ذیل دو ضخیم کتابیں زیرِ طبع ہیں۔

●۔ وی سیل آف دی پرافٹ (مہرِ نبوت)

●۔ جیس کرائسٹ ان وی لائٹ آف قرآن دیسور مسیح قرآن کی روشنی میں) مولانا نورانی کو عرب شریف کے ماحول سے جو قلبی لگاؤ ہے۔ وہ حرمین طیبہ میں بکثرت حاضر ہوئے آپ کے عربی لباس و اخلاق سے ظاہر ہے۔ علاوہ ان میں آپ کی گھریلو معاشرت بھی عربی ہے۔ آپ

کھڑے پچھلے سے عربی میں گفتگو فرماتے ہیں۔ اور روزانہ کھانے میں عرب
شریف کا پسندیدہ پھل کھجور شریف استعمال کرنا آپ کا معمول ہے۔
مولانا نورانی کے ذاتی حالات و کوائف کے بعد اب ملکی سیاسی ماحول
میں مولانا کی جدوجہد ان کے بیانات ان کے متعلق تاثرات کا ایک خاکہ
پیش کیا جاتا ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

دیوبند کی جمعیتہ علماء اسلام کا ترجمان "خدام الدین" اپنے ادارت
نقطہ از ہے کہ "جمعیتہ علماء پاکستان پارلیمانی گروپ کے لیڈر مولانا
شاہ احمد نورانی نے ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے
وہ خط لکھا ہے کہ پاکستان کے آئین میں تین بنیادی باتیں پارلیمانی
طرز مملکت۔ دو ایوانی مقننہ اور مملکت کا مذہب اسلام ہونی
چاہئیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی ریاست میں مزد
کی سزا موت ہونی چاہیے۔ اور ہمارے آئین کی بنیاد قرآن و سنت پر
استوار ہونی چاہیے۔

ان سے سوال کیا گیا کہ اگر دوسرے غیر مسلم ممالک نے بھی یہی
طرز عمل اختیار کیا تو کیا یہ بات اسلام کے فروغ میں حائل نہ ہوگی، انہوں
نے کہا یہ محض ایک مفروضہ ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں مولانا نے کہا لفظ مسلمان کی واضح
تشریح موجود ہے۔ اور اسے آئین میں شامل ہونا چاہیے۔ انہوں نے بڑے

دامخ انظار میں کہا کہ کوئی شخص اگر حضرت محمد مصطفیٰ علی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان نہیں مانتا تو وہ مسلمان کی تعریف سے نمارج ہو جائے۔
(ہفت روزہ ندام الدین لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۲ء)

مولانا نوری کو ووٹ دینے پر انضباطی کارروائی کا اعلان

پشاور ۱۴ اگست جمعیت علمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ وزیر اعظم کے انتخاب کے موقع پر مولانا غلام غوث ہزارہی مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق نے پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی کی۔ اس لئے انہیں جمعیت سے مستعفی ہو جانا چاہیئے۔ ورنہ انہیں جمعیت سے نکال دیا جائے گا۔ مفتی محمود نے کہا ہے کہ ان لوگوں نے علانیہ پارٹی سے بغاوت کی ہے اور کوئی بھی شخص اس قسم کی کارروائیوں کے بعد جمعیت کے آئین کے مطابق پارٹی کا رکن نہیں رہ سکتا۔ مولانا غلام غوث ہزارہی، مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق نے وزیر اعظم کے انتخاب کے موقع پر حزب مخالف کے امیدوار مولانا شاہ احمد نورانی کی بجائے مسٹر نواز الغتار علی بھٹو کے حق میں ووٹ دئے تھے اور انہیں جہاں ایک طرف مولانا نورانی کی متحدہ محاذ میں اہمیت مفتی محمود کے بیان سے ظاہر اور ان کی اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کرنے آئین کو کتاب و سنت کے مطابق بنانے، مسلمان کی تعریف شامل کرانے اور قتل مرتد و جہودیت کے متعلق مسلسل اور عمیق و جدوجہد کا اعتراف "ندام الدین" کے ادارہ سے اصرار ہے۔ وہاں غلام غوث گروپ "اور اولینڈی کے متوازی گروپ" کا کردار بھی قابل غور ہے جنہوں نے مولانا نورانی کے مقابلہ میں مسٹر بھٹو کے حق میں ووٹ دیکر اپنے اس سلسلہ کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کے پس منظر کے مطابق "غلام غوث گروپ" انکال دیا گیا ہے۔

وجہ گردہ رکھتے ہیں۔ اور ہمارے عظیم اسلاف و ائمہ حق کی پیروی میں
یہی وہ مقام ہے جس سے کسی شخصیت کی عظمت و بلن کردار ایشیاء و قریانی
اور دماغی و قلبی استقامت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ورنہ جہان تنگ اپنی غرض
معاذ پرستی کے لئے ایک دوسرے کی چال پوسی خصوصاً اہراء و محکام کی
خوشامد و نیاز مندی اور ابن الوقتی و قصیدہ خوانی اور ہزولی و عافیت
کوشی کا تعلق ہے یہ کام تو گھٹیا سے گھٹیا شخص بھی سرانجام دے سکتا
ہے۔ بہر حال مولانا شاہ احمد نورانی کے کردار میں ان کی عارضہ جانی اور حق گوئی
و بیباکی کا بہت اوجھا مقام ہے۔ اور ان کے اس وصف نے ہی ایک دنیا
کو ان کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ اور لوگوں سے حق و صداقت کی نشانی

مولانا شاہ احمد نورانی کا نعرہ لگوا دیا ہے۔

”نورانی بھئی“ ناکرات میں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ ڈھاکہ کی پہلی ملاقات
میں مولانا شاہ احمد نورانی نے سابق صدر ریجیسی کو فوجی افسروں کی
موجودگی میں شراب نوشی پر سرزنش کی۔ اور دوسری ملاقات میں ملک کے
مشہور لیڈروں کی مجلس میں کھینچی خاں سے جبرائیل مندانا گفتگو فرمائی۔ جس سے
کی حق گوئی و بیباکی کا پہلو اور نمایاں ہو جانے لگا۔

اللہ کے زور بیاں اور زیادہ

تبلیغی اثرات۔ شراب نوشی سے سلسلہ میں مولانا شاہ احمد نورانی
کی حق گوئی و بیباکی نے جہاں کھینچی خاں کو متاثر کیا۔ وہاں آپ کی شکفتہ
بیانی شیریں لسانی حق گوئی و بیباکی اور مناظروں تقریروں اور مؤثر

ان اذبیان سے کم و بیش ایک ہزار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن میں سے چھ سو کے قریب مشرف بہ اسلام ہوئے والے مرزائی قادیانی مکتب فکر سے متعلق تھے۔ ان کو مسلمین میں پادری۔ راہب۔ وکلاء۔ ڈاکٹر۔ انجینئر اور عالی تعلیم یافتہ لوگ کثرت سے شامل ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔
فلمی مساعی۔ اذبیان تقریری تبلیغ۔ وعظ و مناظرہ اور بیانات کے علاوہ مولانا نورانی نے فلمی مساعی کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ چنانچہ اسلام کے بارے میں ابتدائی معلومات پر مشتمل پمفلٹ، رد و تراشیسی انگریزی اور متعدد دوسری زبانوں میں شائع کر کے پاکستان و بیرون پاکستان ان مقامات پر تقسیم کرنے کے انتظامات کئے ہیں۔ جہاں ایک غصہ سے مشنری جوان لڑکیوں کے ہاتھوں اپنا لٹریچر تقسیم کر رہے تھے۔ اس طرہ آپ نے ہزاروں مسلمانوں کو عیسائیت کے جاں میں پھینسنے سے بچا لیا۔ آپ نے کہی میں ”اسلامک انفارمیشن سینٹر“ قائم کر رکھا ہے۔ جہاں بکثرت اشنگان حق آکر اپنے مسائل کا حل معلوم کرتے ہیں۔ رد و عیسائیت و مرزائیت میں آپ کی حسب ذیل دو ضخیم کتابیں زیر طبع ہیں۔

●۔ وی سیل آف دی پرافٹ (مہر نبوت)

●۔ جیس کرالسٹ ان وی لائٹ آف قرآن دیسورغ مسیح قرآن کی

روشنی میں) مولانا نورانی کو عرب شریف کے ماحول سے جو قلبی لگاؤ ہے۔

وہ عربین طیبہ میں بکثرت حاضر ہیں آپ کے عربی لباس و اخلاق سے

ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی گھریلو معاشرت بھی عربی ہے۔ آپ

تھیں۔ پچوں سے عربی میں گفتگو فرماتے ہیں۔ اور روزانہ کھانے میں عرب
شریف کا پسندیدہ پھل کھجور شریف استعمال کرنا آپ کا معمول ہے۔
مولانا نورانی کے ذاتی حالات و کوائف کے بعد اب ملکی سیاسی ماحول
میں مولانا کی جدوجہد ان کے بیانات ان کے متعلق تاثرات کا ایک خاکہ
پیش کیا جاتا ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

دیوبند کی جمعیتہ علماء اسلام کا ترجمان "خدام الدین" اپنے ادارہ
نظم از سے کہ "جمعیتہ علماء پاکستان پارلیمانی گروپ کے لیڈر مولانا
شاہ احمد نورانی نے ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے
وقتے مخاطب کیا ہے کہ پاکستان کے آئین میں نین بنیادی باتیں پارلیمانی
طرز حکومت۔ دو ایوانی مقننہ اور مملکت کا مذہب اسلام ہونی
چاہئیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی ریاست میں مزید
کی مزاحمت ہونی چاہیے۔ اور ہمارے آئین کی بنیاد قرآن و سنت پر
استوار ہونی چاہیے۔

ان سے سوال کیا گیا کہ اگر دوسرے غیر مسلم ممالک نے بھی یہی
طرز عمل اختیار کیا تو کیا یہ بات اسلام کے فروغ میں حائل نہ ہوگی، انہوں
نے کہا یہ محض ایک مفروضہ ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں مولانا نے کہا لفظ مسلمان کی واضح
تشریح موجود ہے۔ اور اسے آئین میں شامل ہونا چاہیے۔ انہوں نے بڑے

داغچہ انعام میں کہا کہ کوئی شخص اگر حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو نبی آخر الزمان نہیں مانتا تو وہ مسلمان کی تعریف سے نواز ہو جائے
(مفت روزہ خدام الدین لاہور ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۲ء)

مولانا نوری کو ووٹ دینے پر انضباطی کارروائی کا اعلان

پشاور ۱۴ اگست جمعیت علمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ وزیر اعظم کے انتخاب کے موقع پر مولانا غلام غوث ہزاروی مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق نے پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی کی۔ اس لئے انہیں جمعیت سے مستعفی ہونا چاہیئے۔ ورنہ انہیں جمعیت سے نکال دیا جائے گا۔ مفتی محمود نے کہا ہے کہ انہوں نے علانیہ پارٹی سے بغاوت کی ہے اور کوئی بھی شخص اس قسم کی کارروائیوں کے بعد جمعیت کے آئین کے مطابق پارٹی کا رکن نہیں رہ سکتا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی۔ مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق نے وزیر اعظم کے انتخاب کے موقع پر حزب مخالف کے امیدوار مولانا شاہ احمد نوری کی مدد کی ہے۔ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے حق میں ووٹ دے رہے ہیں اور جہاں ایک طرف مولانا نوری کی متحدہ محاذ میں اہمیت مفتی محمود کے بیان سے ظاہر اور ان کی اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کرانے، آئین کو کتاب و سنت کے مطابق بنانے، مسلمان کی تعریف شامل کرانے اور قتل مرتد و جہیزیت کے متعلق مسلسل اور بے پروا جدوجہد کا اعتراف خدام الدین کے ادارہ سے واضح ہے۔ وہاں غلام غوث گروپ اور اولینڈی کے "متوازی گروپ" کا کردار بھی قابل غور ہے جنہوں نے مولانا نوری کے مقابلہ میں مسٹر بھٹو کے حق میں ووٹ دیکر اپنے "مسک" منظر پر کیا ہے۔ اس کے پس منظر کے مطابق "غلام غوث گروپ" نکال دیا گیا ہے۔

رِقا دیانیت میں ایک اہم دستاویز مرزا نیت کے متعلق مولانا نورانی کے حیرانگیر انکشافات

انٹرویو۔ محمد حنیف حاجی طیب صدر اخسمن طلباء اسلام پاکستان
تحریر جناب طارق علی صاحب

سقوط مشرقی پاکستان: (سول) سقوط مشرقی پاکستان میں
آپ قادیانیوں کو کس حد تک ذمہ دار کھڑا کرتے ہیں۔

جواب: سقوط مشرقی پاکستان کا جہاں تک تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے
ذمہ دار سو فیصد قادیانی ہیں۔ اس کے دلائل یہ ہیں۔ کہ پاکستان کا جو بھی بچ بچا
کیا جاتا ہے اور جو بھی پلاننگ ہوتی رہی ہے اس کے پیئر میں ہمیشہ ایم ایم احمد ہے
اور مشرقی پاکستانیوں کو ہمیشہ یہ شکایت رہی کہ بچ بچ میں ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا
گیا۔ مرزائی جان بوجھ کر یہ کوشش کرتے رہے، کہ جس قدر ممکن ہو غلط فہمیاں مسلسل بڑھتی
چلی جائیں اور جتنی غلط فہمیاں بڑھیں گی اتنی ہی دوریاں بڑھیں گی۔ اس سلسلہ میں مرزا
ایم ایم کا کردار بہت ہی گھناؤنا ہے۔ اس شخص نے انتہائی باغیانہ کردار ادا کیا۔
گھناؤنا ہے کہ مرزا نے اپنے بڑے بڑے گھناؤنا کردار ادا کر رہے

ہیں۔ مثلاً ڈھاکہ میں کہیں بھی کسی سمجھدار شخص سے بات کی جائے۔ تو ہمیشہ مرزا ایم ایم احمد کی شکایت کرتا تھا۔ جن دنوں ۲۳ مارچ کو صدر تحلیسی ڈھاکہ میں موجود تھے۔ اسی زمانے میں ایم ایم احمد بھی وہاں موجود تھے، چنانچہ وہاں کے تمام اخبارات نے اس بات پر احتجاج کیا کہ اقتصادی مشیر کا اس موقع پر کیا کام ہے۔

مشرقی پاکستان میں ۱۹۷۰ء میں سیلاب آیا تو اس میں بہت زبردست نقصان ہوا۔ اپیل پر دنیا بھر سے امداد آنا شروع ہوئی۔ پوری امداد کے خرچ کرنے کا انتظام ایم۔ ایم احمد کے سپرد کیا گیا۔ اس سے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو بہت نصرت ہوئی اور انھیں اس بات پر سخت افسوس ہوا کہ ایک ایسے شخص کے سپرد امداد کا کام سونپا گیا ہے جو ہمیشہ ان کے ساتھ نا انصافیاں کرتا رہا ہے۔ بہت سارا امدادی سامان مستحقین کو پہنچ بھی نہ پایا۔ ایم ایم احمد صاحب اس بات کے بہت ماہر ہیں۔ کہ دنیا بھر سے بھیک مانگتے رہیں۔ ملک قرضوں کے نیچے دبا رہے اور قرضہ استعمال بھی نہ ہو۔ پیپلز پارٹی کے مرکزی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن کا بیان اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ماضی میں اقتصادی منصوبہ نگاری بہت ہی غلط ہوتی رہی ہے۔ چودہ سال سے ایم ایم احمد پاکستانی اقتصادیات پر مسلط ہیں اور ان کی منصوبہ بندی کو غلط تسلیم بھی کیا گیا ہے۔ وہ اپنی جگہ برقرار ہیں۔ ملک تباہ ہوتا رہے ہوتا رہے۔ لیکن ان کو کوئی آپخ نہیں آتی۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی جڑیں بہت ہی مضبوط ہیں۔ اور یہ اسی قسم کا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ جو امریکہ میں بیٹھ کر یہودی ادا کر رہے ہیں انھوں نے بڑی منظم سازش کے تحت پاکستان کے اہم سرکاری عہدوں پر قبضہ کیا جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس عظیم الشان اسلامی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں۔ کیونکہ یہ

سمجھتے ہیں کہ ہم کسی بھی طرح اس ملک کے حاکمان تو بن نہیں سکتے۔ یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور مسلمان ہمیں ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے ملک کا ایک حصہ تو تباہ کر دیا۔ اگر وہ اس حصہ میں اسی طرح پروان چڑھتے رہے تو وہ اس کے بھی ٹکڑے کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔

وہاں کی نفرت: سوال: کیا مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جمہوری حکومت کے قیام کے بعد پاکستان میں قادیانیوں کا رہنا مشکل ہو جاتا۔

جواب: مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مشرقی پاکستان میں ان کے لئے اس طرح پھٹنے اور پھوٹنے کا موقع میسر نہیں۔ جیسے کہ مغربی پاکستان میں میسر ہے۔ مشرقی پاکستان کے عوام قادیانیوں کے سلسلے میں حد درجہ جذباتی اور ان سے متنفر ہیں۔ جیسا کہ مسلمانوں کو ہونا چاہیے۔ مشرقی پاکستان کے مسلمان کسی طرح بھی مزارٹیوں کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ اور سب سے بڑا مقصد تو یہ تھا۔ کہ سب سے بڑی اسلامی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے جائیں اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا جائے اور خاص طور پر اس خطے میں سونفید مسلمان صحیح العقیدہ مسلمان یعنی اہل سنت و جماعت حنفی مسلمان ہیں۔ اس لئے انھیں لازمی طور پر الگ کر دینا چاہیے۔

مجیب کی بیزاری۔ سوال: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مشرقی پاکستان کی اکثریت سے متاثر ہوں۔

جواب: چونکہ مشرقی پاکستانی اکثریت میں تھے۔ اور اگر وہ آجاتے تو ان کو سب سے بڑا خطرہ یہ تھا۔ کہ وہ مغربی پاکستان کے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ

سخت رویہ اختیار کرتے۔ اس کے مشاہدہ کا موقع مجھے شیخ مجیب الرحمن سے ملاقات میں ہوا۔ دوران گفتگو شیخ مجیب الرحمن نے مجھ سے کہا کہ دیکھئے: ایم۔ ایم احمد ڈھاکہ میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ یہاں پر اس کا کوئی کام نہیں اور کوئی مقصد نہیں۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ لیکن بعد میں اس کی درخواستوں پر ملاقات ہو گئی۔ ساتھ ہی مجیب الرحمن نے کہا کہ یہ قادیانیت اور مرزائیت مغربی پاکستان کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اور میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں یہ قادیانی جانور نہیں ملتا۔

سوال: بعض حلقے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ایم ایم احمد بہت ہوشیار آدمی ہے۔ اور اس کے بغیر بیرونی ممالک سے تعلقات میں مشکل ہوگی۔

جواب: اس کے متعلق میں یہی کہوں گا کہ وہ ایک معمولی سی ایس پی افسر ہے۔ اور یہ ان سی ایس پی افسروں میں سے ہے جس نے اعلیٰ نمبروں سے سی ایس پی کا امتحان بھی پاس نہیں کیا۔ اور نہ کبھی اقتصادیات سے ان کا کوئی تعلق رہا ہے۔ بہر حال کیونکہ وہ ایک عرصہ سے اس عہدہ سے چپکے چلے آ رہے ہیں اس لئے شاید لوگ سمجھنے لگے ہوں کہ وہ اس میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ حالانکہ اقتصادیات کا ماہر ہونا اور بات ہے۔ اور چندے اور بھیک مانگنا اور بات ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اقتصادیات کا ماہر تو نہیں بھیک مانگنے کا ماہر ضرور ہے، اور اس نے قوم کے ساتھ سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ قوم پر تقریباً دو ارب روپے کے قرضوں کا بوجھ ڈال دیا۔ اور اسے مقرض بنا دیا۔ میرے خیال سے نسلیں گزرتی چلی جائیں گی۔ اور اس کا سود تک ادا نہیں ہو سکے گا۔ جہاں تک اقتصادیات کا تعلق ہے۔ مسٹر ایم ایم احمد نے پوری منصوبہ بندی سے مرزائیت کو اس ملک میں اس طرح

مضبوط کیا ہے جس طرح امریکہ میں یہودیوں نے اپنے آپ کو مضبوط کیا ہے۔ امریکہ میں یہودی اس قدر اثر انداز ہیں کہ تمام بینکوں، انشورنس کمپنیوں پر ان کا قبضہ ہے اور امریکہ کا کوئی صدر ان کی حمایت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا اور یہ صرف اقتصادی وجہ سے ہے۔ امریکہ کے سب سے بڑے تجارتی مرکز وال اسٹریٹ میں تقریباً ۷۷ فیصد یہودیوں کا قبضہ ہے امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں، اسلحہ ساز کارخانوں، فیکٹریوں، جہاز سازی کے کارخانوں، غرضیکہ ہر بڑے سرمایہ کاری کے ذریعے پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی سینٹ اور صدر ان کی حمایت کے بغیر منتخب نہیں ہو سکتے۔ یہی طریقہ مرزا ایم ایم احمد نے اختیار کیا ہے۔ اور وہی پوزیشن حاصل کرنے کی کوشش کی ہے انھوں نے اور چودھری ظفر اللہ نے یہاں آکر باقاعدہ مرزائیوں کو لائسنسوں سے نوازا۔ کارخانوں کے پرمٹ دے اور اس کی ابتداء شاہنواز ملٹیٹڈ سے ہوئی۔ ظفر اللہ خاں کی حمایت سے قادیانیوں کا ایک بڑا گروہ حکومت میں داخل ہو گیا تھا۔ ان میں ظفر اللہ سربراہ تھے، جو وزیر خارجہ تھے۔

ایم ایم فاروقی جو صدر ایوب کے زمانے میں سب سے ہی کچھ تھے۔ اور ایم ایم احمد۔ چنانچہ جتنی ایم ایم اندسٹریز تھیں انھوں نے ان کے لائسنس قادیانیوں کو دیے۔ ورنہ قادیانی کبھی بھی اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل نہ تھے۔ پنجاب میں نصیر اے شیخ فاروقی اے شیخ شاہنواز ملٹیٹڈ وغیرہ نے زیادہ منافع والی تجارت کے فراہم چل کر لائے تاکہ مرزائی اقتصادی طور پر مضبوط ہو جائیں۔ اس سلسلے میں ایک بات یہ بھی عرض کر دوں کہ جہاں انھوں نے پنجاب میں شوگر فیکٹریز، ٹیکسٹائل ملز وغیرہ قائم کئے وہاں سندھ وغیرہ میں بھی اسکے ساتھ ساتھ انھوں نے جتنے بھی

فوائد حاصل ہو سکتے تھے۔ وہ حاصل کے یہاں تک کہ ۱۹۷۱ء میں نوٹوں کی واپسی کا جب اعلان ہوا تو لوگوں کو یہ جان کر شائد حیرت ہوگی۔ لیکن اسے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ واپسی کی تاریخ پر ربوہ سے کوئی شخص بھی نوٹ جمع کرانے نہیں آیا۔ کیونکہ انہیں ایم ایم احمد کے ذریعے تین دن پہلے ہی یہ معلوم ہو گیا تھا۔ کہ نوٹ واپس ہو رہے ہیں۔ چنانچہ کوئی بھی قادیانی حصار سے میں نہیں آیا۔ اب وہ حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر رہ کر بڑے عظیم اقتصادی اور سیاسی فوائد حاصل کر رہے ہیں اور پوزیشن یہ ہے کہ وہ اقلیت میں ہیں۔ اور اپنی وہی پوزیشن بنانا چاہتے ہیں۔ جو امریکہ میں یہودیوں نے بنالی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ فتنہ اسی طرح پڑاں چڑھتا رہا۔ تو آئندہ چل کر (خدا نخواستہ) یہی ہوگا۔ کہ اس ملک پر مکمل طور پر ان کا قبضہ ہوگا۔ اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی حکومت نہ کر سکے گا۔

۱۹۷۰ء۔ اس کا ثبوت ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مل گیا کہ قادیانیوں نے کھل کر پیپلز پارٹی کی حمایت کی۔ مرزا ناصر الدین محمود نے ربوہ میں اپنے خطبہ میں باقاعدہ اعلان کیا کہ مرزائی پیپلز پارٹی کو سپورٹ کریں۔ چنانچہ مرزائیوں کے بچے بچے نے پیپلز پارٹی کے لئے انتخابات میں کام کیا۔ پیپلز پارٹی مرزائیوں کے کندھے پر سوار ہو کر ابھری ہے۔

بھئی کو اطلاع : سوال : کیا بھئی خان کے دور میں آپ نے بھئی خان اور حکومت قادیانیوں کے عزائم سے مطلع کیا تھا؟

جواب : سابق صدر بھئی سے فروری ۱۹۷۱ء میں میری ملاقات ہوئی تھی۔ کراچی کے ایوان صدر میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری اور جمعیت علماء پاکستان کے دیگر رہنما موجود تھے میں نے اس مسئلے پر تفصیل سے بھئی کو ان کے ناپاک عزائم سے مطلع کیا مثلاً یہ کہ میں نے کہا کہ قادیانی اسرائیل کے اکیٹیٹ اور یہودیوں کے دلال ہیں۔ امریکی اور برطانوی سامراج کے

پروردہ ہیں۔ اور پاکستان میں موجود تمام قادیانی سی آئی اے کے ایجنٹ ہیں اس وقت صد
بھٹی خاں نے کہا ثبوت کے طور پر کوئی بات کہیں نہیں نے کہا کہ حکومت پاکستان کسی بھی
پاکستانی مسلمان کو پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل جانے کی اجازت نہیں دیتی اور پاسپورٹ پر لکھ
دیا جاتا ہے کہ اسرائیل کے علاوہ تمام دنیا کے لئے کارآمد۔ ایک تو اسرائیل سے پاکستان نے
کبھی کوئی تعلق قائم نہیں کیا اور نہ ہی انشا اللہ آئندہ کبھی ہوگا لیکن وہاں مرزائیوں اور قادیانیوں
کا باقاعدہ مشن کھلا ہے۔ ربوہ سے ہر سال دوسرے سال مشنیز جاتے رہتے ہیں اور
وہاں بیٹھے رہتے ہیں۔ اور یہ بات حیرتناک ہے کہ پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل چلے جاتے
ہیں۔ وہاں بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔ ان کا وہاں خوج کیسے چلتا ہے اور وہاں کیا کر رہے ہیں۔
اور وہ کس مقصد کے لئے جاتے ہیں۔ وہ اسرائیلی۔ جو اسلام کا نام پسند نہیں کرتے
مرزائیوں کو کیسے پران چڑھنے دیتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزائیت
یہودیت کی گود میں پران چڑھ رہی ہے اور پاکستان میں تل ابیب کا ایجنٹ ربوہ
ہے۔ اس کی معرفت جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

میں نے بھٹی خاں سے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا۔ کہ ان کے ناپاک علم
اس حد تک ہیں۔ کہ آپ پرے پاکستان کے صدر ہیں اور پورے ملک پر آپ کی حکومت
ہے۔ لیکن ربوہ پر آپ کی حکومت نہیں۔ یہ پاکستان کے اندر ایک علیحدہ اسٹیٹ
ہے۔ انہوں نے کہا وہ کیسے؟ میں نے جواب دیا کہ ربوہ مرزائیوں کا ایک علیحدہ مرکز ہے۔
مرزا ناصر الدین کی وہاں حکومت ہے ان کی اپنی پولیس ہے جس کا نام الفرقان فورس
ہے۔ ان کا اپنا نظام ہے۔ ہر قسم کی وزارتیں قائم ہیں۔ اور ان کی حکومت چل رہی ہے۔

پاکستان کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی جگہ پاکستان میں جائداد خریدیں، لیکن حیرت ناک بات یہ ہے کہ کوئی پاکستانی ربوہ میں جائداد خریدنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ صرف قادیانی ہی دہاں کی جائداد خرید سکتے ہیں۔ اور مرزا ناصر الدین، بشیر الدین وغیرہ اس جائداد کو فروخت کرتے ہیں۔ یہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ وہ پاکستان سے باہر ہے اور ایک علیحدہ اسٹیٹ ہے۔

سوال: یہ بات آپ نے عوامی سطح پر بھی بتائی تھی، جواب: مارچ میں مرزا سیت کے خطرناک عزائم سے باخبر ہو کر میں نے اللہ کی مدد اور حمایت سے یہ خیال کیا کہ اس سازش سے پوری قوم کو آگاہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ۲۰ مارچ ۱۹۷۱ء کو تمام بائع کے جلسہ عام میں میں نے اعلان کیا کہ اس ملک کو ٹکڑے کرنے کی سازش تیار ہو چکی ہے۔ مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور ایم ایم احمد باقاعدہ یہ کہتے ہیں۔ کہ مشرقی پاکستان ہمارے لئے بوجھ ہے۔ اس کا علیحدہ ہونا ہی ہمارے لئے ترقی کا ذریعہ ہوگا۔ ورنہ ہم اسی طرح تباہ ہوتے رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے پروپیگنڈے ہو رہے تھے، اور مرزائی یہ چاہتے تھے کہ ۷ کروڑ مسلمان کی وہ کمرز میں جہاں مرزا سیت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ اس ملک سے علیحدہ ہو جائے تاکہ مرزائی آسانی سے اپنے آپ کو پروان چڑھا سکیں۔ اسرائیل اور واشنگٹن میں جس طرح یہودی مل کر سازشیں بروئے کار لارہے ہیں۔ اس سے میں نے پوری قوم کو آگاہ کیا لیکن انہوں نے کہ ذمہ دار افراد نے اس پر کھڑی توجہ نہیں دی۔ صدر صاحب نے بھی اس کا کوئی خیال نہیں کیا۔ اور ملک ٹکڑے ہونا تھا وہ ہو گیا۔ مذہبی لبادہ۔ سوال: آپ کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی تحریک مذہبی تو برائے نام ہے۔ سیاسی زیادہ ہے۔

جواب: مذہب کا تو ان لوگوں نے لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت ہی خطرناک سیاسی تحریک ہے۔ اور یہ صیہونیت کی ایک فسطائی تنظیم ہے جو مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا سامان پیدا کر رہی ہے۔

طاعونی ایجنٹ: سوال: ان کا منہبہ تو قادیانی اسٹیٹ کی تعمیر ہی سمجھا جاسکتا ہے؟

جواب: یہ ڈبل گیم کھیل رہے ہیں۔ ان کا پہلا مقصد تو یہ ہے۔ کہ حکومت مکمل طور پر ہمارے قبضہ میں آجائے۔ اگر حکومت قبضہ میں نہیں آتی ہے۔ تو یہ ملک ہی ختم ہو جائے۔ اس سلسلے میں ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ ربوہ تو بہر حال ان کا مرکز ہے، لیکن یہ بات بڑی حیرت ناک ہے اور شاید بعض لوگوں کے علم میں یہ بات نہ ہو کہ قادیان جو مرزائیوں کا اصل مرکز ہے۔ جہاں مرزا غلام احمد نے جھوٹی نبوت کا چرچا کیا تھا اس قادیان میں ہی مرزا غلام احمد کی قبر بھی ہے وہاں پر ۳۱۳ قادیانی بٹھا رکھے ہیں یہ قادیانی درویش کہلاتے ہیں ان ۳۱۳ درویشوں کا خرچ ربوہ سے جاتا ہے اور جب وہاں آدمیوں کی کمی ہو جاتی ہے تو ان کی کمی پوری کرنے کے لئے یہاں سے آدمیوں کو بھیج دیا جاتا ہے۔ مشرقی پنجاب میں تبادول آبادی ہو گیا اور وہاں مسلمانوں کا وجود نہیں ہے مگر قادیانیوں کو ہندوستان میں رہنے کی اجازت دے دی گئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ہندوؤں سے بھی رابطہ ہے ہر وہ طاقت جو مسلمانوں کی دشمن ہے اور اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہتی ہے اور مرزائیوں کی دوست ہے اور یہ اس کے ایجنٹ ہیں قادیان اور ربوہ کا براہ راست رابطہ ہے، ظاہر ہے کہ یہ مسلمانوں کے لئے تباہ کن ہے۔

بنگلہ دیش : سوال۔ قادیان کے قادیانیوں نے قرشاد بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا ہے ؟

جواب : اخبارات اس کے گواہ ہیں۔ اور تفصیل کے ساتھ یہ واقعات اخبارات میں آئے ہیں کہ قادیان میں رہنے والے قادیانیوں نے باقاعدہ بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا ہے، اور انھوں نے بنگلہ دیش کی حمایت کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ مرزا ناصر الدین محمود نے باقاعدہ اس بات کا اعلان کیا تھا کہ ہندوستان اور پاکستان ایک ہو کر رہیں گے، اور ان کے ساتھی اب بھی اس کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ مرکز ان کا قادیان رہے۔ کیونکہ وہی ان کا قبلہ و کعبہ ہے، اور وہ براہ راست اپنے مرکز سے رابطہ قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

جاسوسی۔ سوال : قادیانی جج کرتے ہیں ؟

جواب : قادیانی جج کے لئے نہیں جاتے لیکن جب سے پاکستان بنا ہے یہ لوگ بھی جانے لگے ہیں۔ اور چونکہ ان کے پاسپورٹ میں قادیانی نہیں لکھا ہوتا۔ اس لئے سعودی حکومت انہیں نہیں روکتی۔ وہاں پہنچ کر یہ لوگ سازشیں کرتے ہیں۔ اور یہاں یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم تبلیغ کی غرض سے گئے تھے اور چونکہ وہاں ان کو تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے وہ وہاں صرف جاسوسی کرتے ہیں اور یہودیوں کو وہاں کے حالات سے آگاہ کرتے ہیں۔

سوال : کیا سعودی عرب میں قادیانیت کی تشہیر اور تبلیغ پر بالکل پابندی عائد ہے ؟

جواب : جی ہاں وہاں مکمل پابندی ہے۔ اور اگر حکومت کے علم میں یہ بات

آجائے۔ کہ فلاں شخص قادیانی ہے تو اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے اور وہاں سے
بچ کر نہیں جاسکتا۔

مسلمان کی تعریف۔ سوال: اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین
میں اسلام پسند جماعتیں خصوصاً آپ کی جماعت مسلمان کی تعریف شامل کرنے اور

سرکاری مذہب متعین کرنے پر زور دے رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ عام فہم بات ہے کہ دستور میں جو بھی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔
ان کے قوانین بنتے ہیں اور ہر چیز کے لئے مکمل تعریف دی جاتی ہے جس میں یہ بتایا
جاتا ہے کہ اسمبلی کا کیا مطلب ہے۔ آئین کا کیا مطلب ہے۔ ایکشن کمیشن کا کیا مطلب
ہے وغیرہ وغیرہ ان وضاحتوں میں مسلمان کی تعریف نہ آئے تو یہ بڑی عجیب بات
ہے۔ جب صدر کی تعریف ہے۔ کہ وہ ملک کا دستوری و آئینی سربراہ ہوگا تمام اختیارات
اس کی ذات میں مرکوز ہوں گے وہ ہی پورے پاکستان کی افواج انتظامیہ کا پوری طرح
زمرہ اس ہوگا۔ اسی کے ساتھ ساتھ جب یہ آتا ہے کہ وہ مسلمان ہوگا تو مسلمان کی تعریف
بھی آنا چاہیے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کی تعریف جب آئے تو اس سے یہ بات واضح
ہو جانا چاہیے کہ ملک کا سربراہ و مملکت مسلمان ہوگا اور برائے نام مسلمان کہلا کر ختم
نبوت کا انکار کر کے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہلا کر سربراہ بن کر کوئی بھی برسر
اقتدار نہ آ سکے اور منکرین ختم نبوت بڑے عہدوں پر فائز نہ ہو سکیں۔

تقریر و مناظرہ۔ سوال: بیرونی ممالک میں کبھی قادیانیوں سے آپ کا
واسطہ پڑا ہے؟

جواب: بیرونی ممالک میں متعدد بار قادیانیوں سے واسطہ پڑا ہے۔

نیروبی دارالسلام مارشلس اور لاطینی امریکہ میں مری نام بٹش گیا نا اور ٹرینی ڈاڈ کے مقامات پر بھی سابقہ پرٹا اور مناظرے بھی ہوئے۔

الحمد للہ ان مناظروں میں جو پانچ پانچ اور چھ چھ گھنٹے جاری رہتے تھے۔ مجمع عام میں قادیانیوں کو مکمل شکست دی۔ قادیانیوں کا لندن سے رسالہ نکلتا ہے۔ اس کے دیو لو اس کے ایڈیٹر سے ۱۹۶۸ء میں ٹرینی ڈاڈ میں مناظرہ ہوا جو پہلے د گھنٹے چلتا تھا اور بالآخر وہ کتابیں وغیرہ لے کر بھاگ گئے۔

دوسرا مناظرہ جنوبی امریکہ میں سوینام کے مقام پر ہوا۔ قادیانیوں کے مشہور مناظر موجود تھے۔ اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ نیروبی میں مرزائی مناظر بارہ گھنٹے کے نام سے تھا مناظرے کی تاریخ مقرر ہوئی۔ لیکن وہ فرار ہو گیا۔ اور اسی طرح بے شمار مناظر ہوتے رہے۔ اور یہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ اسی طرح میں نے عقیدہ ختم نبوت کو ثابت کیا اور ان کے عقیدہ کو باطل کیا۔

مرزا ایت سے توبہ۔ سوال: اس کے نتیجے میں کچھ لوگوں نے توبہ کیا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ جواب: الحمد للہ اس کے نتیجے میں اب تک ۱۰۰ قادیانیوں نے توبہ کی ہے اور یہ ان مناظروں اور ان کے راہ فرار اختیار کرنے کے بعد ہوا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ چھوٹے اور بڑے ہیں تحریری خدمات: سوال: تحریری طور پر آپ نے اس سلسلے میں کیا کچھ کام کیا ہے؟

جواب: افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے جذبہ دینی میں کوئی شبہ نہیں لیکن اس کا عملی مظاہر کچھ دیر سے ہوتا ہے تحریری طور پر ختم نبوت پر انگریزی زبان میں میرے پاس کتاب ہے جس میں میں نے ایک سو سے زائد اکا

اور تین سو سے زائد احادیث بنوی سے صراحتاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو ثابت کیا ہے لیکن وہ کتاب طبع نہیں ہو سکی اور نہ ہی ابھی اس کے طبع ہونے کی امید ہے اس لئے کہ وہ ضخیم بھی ہے اور اس کی طباعت کے اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں۔ پہلے اس کی طباعت پر تقریباً ۲۵ روپے کے خرچے کا اندازہ تھا۔ اب کاغذ کی گرانی کے سبب اس کے اخراجات میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اس لئے فی الحال اس کی طباعت ممکن نہیں اور دوسری کتاب میں نے اس سلسلے میں لکھی تھی جس کو مرزا علی اپنے عقیدے کی بنیاد بتاتے ہیں۔

در حیات مسیح علیہ السلام۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کیا گیا اور بتایا گیا کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ کہ میں مسیح ہوں جھوٹ پر مبنی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ابھی نہیں ہوا ہے باہر کی دنیا کیونکہ مرزائیوں کے حالات سے بہت ہی کم باخبر ہے اور ان کو دعوہ کہ دینے کا موقع باسانی مل جاتا ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ انگریزی اور فرانسیسی وغیرہ میں لٹریچر زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے اور تقسیم کیا جائے کہ صاحب خیر مسلمان اس طرف توجہ فرمائیں اور ان کتابوں کی طباعت کا انتظام کرادیں تو انھیں مفت تقسیم کرادیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ان کا کوئی معاد منہ لوں کوئی بھی انہیں شائع کر کے کسی بھی قیمت پر فروخت کر سکتا ہے۔ میرا مقصد مسلمانوں کو قادیانیت اور مرزائیت کے خطرناک عزائم سے آگاہ کرنا ہے۔

انگریزی مرزائی گٹھ جوڑ : فرانسیسی اور انگریزی تذکرے پر مجھے ایک بات یاد آئی جو میں بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرزا غلام احمد خود انگریزوں کا پروردہ ہے۔

اور یہ بات مرزا غلام احمد نے اپنی تحریروں میں بھی تسلیم کی ہے، کیونکہ انگریز چاہتے تھے کہ مرزا غلام احمد کو مسلمانوں کا مرکز عقیدت بنا دیا جائے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا مرکز عقیدت مدینہ منورہ ہے اس کی طرف سے یہ لوگ ہٹ جائیں اور ہندوستان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ بہر حال کیونکہ یہ انگریز کے پروردہ ہیں اس لئے جہاں جہاں انگریز بستے ہیں دنیا کا کوئی گوشہ ہوا وہاں بڑی آسانی سے انگریزوں نے ان کے دفاتر قائم کر لئے اور ان کو امداد دی۔ یہ بھی حیرت ناک بات ہے کہ اسی افریقہ کی سرزمین پر فرانسیسی نوآبادیاں تھیں۔ جہاں جہاں فرانسیسی نوآبادیاں تھیں وہاں فرانس نے مرزاویوں کو داخل نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ آج بھی وہاں مرزاویوں کا وجود نہیں ہے حالانکہ اب وہ نوآبادیاں آزاد ہو چکی ہیں۔ انگریزوں کی آبادیوں میں ان کے مراکز موجود ہیں اور فرانسیسی سمجھتے ہیں کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اس لئے وہ انہیں کبھی بھی اپنی نوآبادیوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

تبلیغی دورے :- سوال :- قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۷۲ء کے مالی سال تک بیرونی ممالک کے تبلیغی دوروں پر جو رستم خرچ کی گئی اس میں قادیانیوں کا حصہ تھا یا نہیں؟

جواب :- حکومت تبلیغی مقاصد کے لئے جو بھی رستم خرچ کرتی رہی ہے۔ وہ اس سلسلہ میں بڑی فراخ دلی سے غیر ملکی زرمبادلہ ایم ایم احمد کی معرفت تقسیم کراتی تھی۔ ہر مرزائی مبلغ براہ راست ایم ایم کی اجازت سے اسٹیٹ بینک پہنچاتا تھا۔ اور بڑی آسانی سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کر لیتا تھا۔ اور اس کے اعداد و شمار اسٹیٹ بینک سے حاصل کئے جاسکتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۹۷۸ء تک میں نے تبلیغی دورے کئے ایک ایک سال باہر رہا لیکن جب بھی اسٹیٹ بینک سے غیر ملکی زرمبادلہ کا مطالبہ کیا تو مجھے انکار کر دیا گیا،

اور کوئی نذر مبادلہ نہیں دیا گیا۔ میرا پاسپورٹ اس چیز کی وضاحت کرتا ہے۔

حکومت کو اطلاع : سوال :- ایم ایم احمد کے بارے میں شدید جذبات جو مشرقی پاکستانی رکھتے تھے۔ ان سے آپ نے کبھی حکومت کو آگاہ کیا تھا۔

جواب :- ۲۸ فروری کو یحییٰ خاں سے ملاقات میں میں نے کہا تھا کہ یہ آپ کے علم میں ہے کہ مغربی پاکستان کے لوگ ایم ایم احمد کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں تو یہ عالم

ہے کہ انہیں ایم ایم احمد مل جلے تو اسے جلا کر اس کی خاک بھی خلیج بنگالی میں ڈال دیں۔

اس پر یحییٰ خاں نے کہا کہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کے جذبات کا مجھے پہلے ہی علم تھا۔

لیکن مغربی پاکستان کے لوگوں کے جذبات مجھے معلوم نہیں تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ مغربی

پاکستان کے عوام بھی ان سے سخت نفرت کرتے ہیں۔

امریکی سیاست : سوال :- اس کے باوجود بھی اسے چپکا رکھا؟

جواب :- اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنی بھی حکومتیں برسرِ اقتدار رہیں وہ ہمیشہ امریکہ کے

رحم و کرم پر چلتی رہیں اور امریکہ اور یہودیوں کا سب سے بڑا مفاد اس میں ہے۔ کہ ان

کا اکیٹ حکومت میں موجود رہنا چاہیے۔ اس لئے کوئی بھی حکومت اس بات کی جرأت نہ

کر سکی کہ وہ ان لوگوں کی نگرانی کر سکے۔ اور اس کا قلع قمع کر سکے۔

تحریک ختم نبوت : سوال :- ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں جو تحریک

چلی تھی۔ ان دنوں آپ پاکستان میں تھے یا نہیں؟

جواب :- اس زمانے میں میں پاکستان میں تھا۔ اور کراچی میں اس تحریک میں مولانا

عبدالحامد بدایونی مرحوم اور دیگر علماء کے ساتھ شریک تھا۔ آرام باغ میں جمعہ کے دن اس مہم

کا آغاز کیا گیا۔ اور اس میں پیش پیش تقاضا کاروں کو گرفتاری کے لئے تیار کیا گیا اور دیگر

اہم انتظامات کئے گئے۔

والد ماجد کی سرگرمیاں - سوال: آپ کے والد ماجد اس زمانے میں کیا تبلیغی دورے پر تھے۔

جواب: والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں افریقہ کے تبلیغی دورے پر تھے۔

سوال: کیا آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے مناسک کئے اور تحریری طور پر کوئی کام کیا ہے؟

جواب: میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء سے آخر تک افریقہ ملائیشیا۔ سبیلون۔

یورپ اور امریکہ کی سرزمین پر ہمیشہ لوگوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی زبان میں تصنیف THE MINRAR کے نام سے موجود ہے جو مکی پبلیکیشنز نے شائع کی ہے اور اردو زبان میں

”مرزائی حقیقت کا اظہار“ تصنیف موجود ہے۔ عربی زبان میں مصر کی چھپی

ہوئی ”المرآة“ ہے۔ انڈونیشی زبان میں بھی ”مرزائی حقیقت کا اظہار“ کتاب کا ترجمہ ہوا۔ اور اس کی اشاعت کے بعد ملائیشیا میں بہت زبردست تحریک اٹھی یہاں تک کہ ملائیشیا میں مرزائیوں کا داخلہ تک ممنوع ہو گیا تھا۔

(ماہنامہ ترجمان اہل سنت ختم نبوت نمبر ۱۹، اگست ستمبر ۱۹۷۱ء)

۲۳ روز المحرم ۱۳۹۲ھ ۳۰ جنوری ۱۹۷۳ء کو ریدپو اور فی وی پر
مولانا نورانی کا آئینی سمجھوتہ پر ولولہ انگیز محابہ

تاریخی خطاب

میرے عزیز ہموطنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں ایک ایسے وقت
میں آپ سے آئینی سمجھوتہ کے بارے میں گفتگو کر رہا ہوں جب کہ سمجھوتہ مختلف تاویلات اور
تضاد بیانی کی وجہ سے پراسرار شکل اختیار کر چکا ہے، آپ کے اس بات پر حیرت ہوگی کہ ایسا
فارمولا جس پر حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی جماعتوں نے اتفاق کے ساتھ اور جسے
بارہی افہام کی فضا میں پر خلوص نیتوں کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا۔ اتنی جلد متنازعہ کیسے بن گیا۔ آپ
کی حیرت بجا ہے ضرور مجھے بھی حیرت ہے کیونکہ اب سے تین ماہ قبل آئینی سمجھوتے پر دستخط
کئے تھے۔ اور میری جماعت جمعیتہ علماء پاکستان کے پارلیمانی سربراہ کی حیثیت سے
مجھے اس میں دعوت دی گئی تھی۔

میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ اصل مسودہ آئین میں اس سمجھوتے کو نظر انداز کیا جائیگا۔
اور حکمران حسب عادت اپنی مرضی مسلط کرنے اور اپنے اقتدار کو محفوظ رکھنے اور اپنے اختیارات
کو دائمی بنانے کے لئے سمجھوتے کو اس طرح کچل کر عوامی نمائندوں کی کوششوں پر اس طرح پانی
پھیر دیگی اور ہر اسلامی و جمہوری دفعہ سے پوری ڈھٹائی اور بے باکی کے ساتھ ملکر جائیگی۔
آئینی سمجھوتہ کیونکہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو عمل میں آیا تھا۔ یہ رمضان کا مبارک اور مقدس مہینہ

تھا۔ یہیں خیال تھا کہ کم از کم ماہ رمضان المبارک کا خیال کر کے حکمران جماعت اور
کا احترام کرے گی۔ اور کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا۔ کہ رمضان کے جلتے ہی سمجھوتہ
آزادی حاصل کر کے اسے اس طرح رسوا کیا جائے گا۔

سب سے پہلے آپ اس بات پر غور فرمائیں کہ آئینی سمجھوتہ دراصل
امور کا نام ہے۔ ۷۰ صفحات اور ۴۴ دفعات پر مشتمل اس سمجھوتے کو مکمل آئین نہیں
دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ پابندی لگائی جاسکتی ہے کہ مسودہ آئین جو کہ ۲۸۰ دفعات پر مشتمل
محض آئینی سمجھوتے کی بنا پر بغیر کسی بحث اور رائے کے منظور کر لیا جائے۔ کیونکہ چار دن کے
مذاکرات میں مکمل آئین کے ساتھ تدوین ہرگز نہیں کی جاسکتی آئینی سمجھوتے کے بعد مسودہ
مکمل کرنے کے بعد حکمران جماعت حزب اختلاف پر مسلسل یہ الزام لگاتی رہی ہے
نے آئینی سمجھوتے سے انحراف کیا۔ اور آئین سازی کے کام سے بھی کوئی دلچسپی نہیں
آئین سازی کے کام سے ہماری دلچسپی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہم نے آئینی
اجلاس کے دوران تقریباً ۲۰۰ سے زائد ترمیمیں پیش کیں تو جو شخص ۲۰۰ سے زائد
پیش کرے اس کی دلچسپی کا اندازہ آپ اس کی ترمیم سے لگا سکتے ہیں۔ آئین کمیٹی کے
بھی باقاعدہ اجلاس سے میں غیر حاضر نہیں ہوا۔ جہاں تک آئینی سمجھوتے سے انحراف
ہے، تو مسودہ دستور اور آئینی سمجھوتے کو سامنے رکھ لیجئے تو آپ کو ضرور ہی
جائے گا کہ حکمران جماعت نے کس بیداری کے ساتھ اس کی اسلامی اور جمہوری
پامالی کیا۔

اسلامی دفعات سے انحراف : اب میں مختصر سا موازنہ پیش کرتا
ہوں تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ اسلام کو سرکاری مذہب قرار دینے اور دیگر اسلامی دفعات کے

میں حکمران پارٹی نے آئینی سمجھوتے سے کس مقام پر انحراف کیا ہے۔ آئینی سمجھوتے میں اسلامی دفعات ۲۹ سے ۷۳ تک ہیں۔ ان دفعات میں اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب بنانے کے بعد ہونا یہ چاہیے تھا کہ اسلام کو اس ملک میں مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔ میری جماعت جمعیتہ علماء پاکستان چونکہ یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اسلام ہی پاکستان کے وجود و بقا کا ضامن ہے، اسلام اگر اس ملک میں نہیں ہے تو اس ملک کی بقا کا بھی کوئی جواز باقی نہیں رہتا اور پھر اس ملک کو وہ تحفظ بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ جو اسلام کو اس ملک میں عملی طور پر نافذ ہونے کے بعد حاصل ہونا چاہیے۔ اسلامی دفعات اسی صورت میں موثر ہو سکتی ہے جب کہ ان کو باقاعدہ دستوری تحفظ دیا جائے یعنی جس طرح وزیراعظم کو بااختیار بنایا جاتا ہے یا صدر مملکت کو صاحب اختیار بنایا جاتا ہے اور اس کے اختیارات کی حدود متعین کی جاتی ہیں۔

دستوری طور پر یہ تمام چیزیں طے کرنے کے بعد قانونی شکل بھی دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے اختیارات کو اس دستور کی روشنی میں استعمال کرنے اور ان قوانین کا پابند رہے جو دستور کی روشنی میں تیار کئے گئے ہیں۔ لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ سربراہ مملکت یا وزیراعظم جو اس ملک کا صدر یا وزیراعظم ہو گا اگر اس کو اختیارات نہ دئے جائیں تو ظاہر ہے ایک نمائشی وزیراعظم ہے۔ یا ایک نمائشی صدر ہے۔ اسلام کے ساتھ ۲۵ سال سے مسلسل یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

اسلام کا غلط استعمال : اسلام کو زیرِ استعمار کے لئے اسلام کو ایک حسین قسم کے دستوری چوکھٹے میں سجانے کے لئے ہمیشہ استعمال کیا گیا۔ اسلام کو لوگوں کے جذبات ابھارنے کے لئے ہمیشہ استعمال کیا گیا لیکن عملی طور پر نافذ کرنے اور عمل کرانے کی صلاح برگز نہیں کی گئی۔ ہم نے دستوری سمجھوتے میں خاص طور پر دفعات

رکھوائی تھیں کہ اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ اور کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوگی کہ تمام موجودہ قوانین کو جو غیر اسلامی ہیں۔ اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے اور ان کو موثر طور پر نافذ کرنے کی ضمانت اس دستور میں نہیں دی گئی۔

عدم تحفظ ہر ایک فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر کسی بھی وقت حکومت اس آزادی کو چیلنج کرے۔ اس کو گرفتار کر کے ہراساں کرے پریشان کرے تو وہ عدالت سے رجوع کر سکتا ہے لیکن آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اگر اسلام کے قوانین کا مذاکھا اڑایا جائے اسلام کے احکامات پر جن کو کتاب و سنت میں قانونی حیثیت حاصل ہے اگر اس ملک میں عملدرآمد نہ کیا جائے تو کوئی شخص یہ مطالبہ نہیں کر سکتا ہے کہ اسلام کے مطابق اس ملک میں زندگی گزارنے کی اجازت دی جائے۔

اور اگر اسلام کے خلاف کوئی حرکت ہو رہی ہے کتاب و سنت کے مطابق عمل نہیں ہو رہا ہے تو حکومت وقت کو کہے کہ وہ عمل کرے اس قسم کی کوئی دفعہ دستور میں نہیں ہے۔

اسلامی کونسل کی بے بسی : ایک اسلامی کونسل اسلامی نظریہ کی کونسل تشکیل دی گئی جس کا نام اسلامی کونسل رکھا ہے۔ یہ جس طرح سے پہلے غیر موثر بنا کر دیا گیا ہے۔ وہ صرف اس وقت مشورہ دے سکتا ہے جب اس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ اس وقت ہی اپنی رائے ظاہر کر سکتا ہے جب اس سے رائے پوچھی جائے ورنہ اس بات کی نگرانی کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا کہ وہ خود اس بات کو عملی طور پر نافذ کر سکے۔ کتاب و سنت کے مطابق قوانین جو ہیں برائے کار رائے جائیں۔ جو زیر بحث ہے کہ وہ قانون اسلام و فعات کے خلاف ہے۔ وہ قطعاً نافذ نہ کیا جائے۔ اس کو اختیار نہیں۔

ارتداد کی کھلی آزادی : جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام اس بات کی کھلی اجازت دیتا ہے کہ ملک میں رہنے والے جتنے بھی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ ان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہے لیکن اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ کوئی مسلمان اپنے مذہب کو تبدیل کرے مسلمان ہونے کے بعد مسلمان اس کا پابند ہے۔ کہ وہ مسلمان ہی ہے گا۔ جو اپنے مذہب کو تبدیل کرتا ہے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ دستور میں مسلمان کے مرتد ہونے اور مذہب تبدیل کرنے کی ممانعت کی کوئی دفعہ موجود نہیں ہے۔ ہر شہری کو اس بات کے لئے آزادی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شہری اس بات کے لئے آزاد ہے کہ وہ جس طرح چاہے۔ اپنا مذہب تبدیل کرے تو اب یہ دستور کہ جس میں یہ دفعہ موجود نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ اس کو اسلامی کیسے کہہ سکتے ہیں اور آئینی سمجھوتہ میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ قانون کتاب و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ اور تمام موجودہ قوانین کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھال دیا جائے گا۔ تو حکومت وقت اس بات کی پابند ہے کہ وہ مسلمان کو اس کے مذہب پر عمل کرائے۔ مسلمانوں کو ان کے مذہب کا پابند بنائے اور قوانین کے ذریعہ سے اس بات کی سختی سے جانچ پڑتال رکھے کہ کوئی شخص مذہب اسلام کی دوسے باہر نہ جانے پائے۔ یہ تو تھیں دستور کی وہ اسلامی دفعات کہ آئینی سمجھوتے میں جن کی ضمانت دی گئی تھی مگر ان سے انحراف کیا گیا۔

غیر اسلامی قوانین کو چیلنج۔ تو اس کے ساتھ ساتھ میں آپ سے یہ بھی عرض کروں گا اگر کتاب و سنت کے خلاف قوانین اسلامی نافذ کئے گئے تو جہاں کسی شہری مسلمان کو انھیں چیلنج کرنے کا حق نہیں ہے۔ وہاں پارلیمنٹ کے ارکان کو بھی چیلنج کرنے

کا حق نہیں یعنی حکومتِ وقت جب چاہے پارلیمنٹ سے اپنی مرضی کے مطابق چاہے کتابِ سنت کے حالات ہی وہ تو انہیں ہوں ان کو نافذ کر سکتی ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے دستور کو آپ اسلامی کیسے کہہ سکتے ہیں اور آئینی سمجھوتے پر کہاں تک عمل ہوا آپ خود ہی فیصلہ کر لیں میں سمجھتا ہوں کہ آئینی سمجھوتے میں جو دفعات اسلام اور اسلامی قوانین کے لئے رکھی گئی تھیں ان کو آئینی سمجھوتے کے بعد دستوری مسودہ تیار کرتے وقت بالکل ختم کر دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بڑی بد عہدی کی گئی ہے۔

اسلامی آئین سے فرار کیوں؟ اور یہ بالکل اسی طرح کی بد عہدی کی گئی ہے

جس طرح سے ماضی میں حکمران جماعتیں، اس ملک میں مسلمانوں کے ساتھ کرتی رہی ہیں۔ کیونکہ وہ خود اپنے پانچ چھ فٹ جسم پر اسلام کو اپنی عملی زندگی میں نافذ نہیں کر سکے، اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ چونکہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں اگر عمل کرتے ہیں، تو ہمیں ہماری عاداتیں بدلنی پڑیں گی عمل کرتے ہیں تو شراب پھونپنی پڑے گی غسل کرتے ہیں تو فسق و فجور کو چھوڑنا پڑے گا۔ زنا کو چھوڑنا پڑے گا۔ جو کسے کو چھوڑنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی قوانین کو اور اسلامی احکامات کو اگر ہم اپنے اوپر نافذ کریں تو ہمیں ان تمام چیزوں سے گریز کرنا پڑے گا۔ اور ہم پابند ہو جائیں گے تو اس لئے وہ اپنی نجی زندگی کے خراب ہونے کی وجہ سے پاکستان کے مسلمان کی نجی اور اجتماعی زندگی اور اسلامی سوسائٹی کو خراب کرنے کے درپے ہیں۔ دستوری سمجھوتے میں اسلام کو جو تحفظ دیا گیا تھا۔ اس کی روشنی میں جو مسودہ دستور تیار ہونا تھا اس میں ظاہر ہے اس قسم کے احکامات آجاتے تھے، کہ ملک سے مکمل طور پر تمام غیر شرعی چیزوں کو تدریجی طور پر ختم کرنے کی ضمانت دی جائے لیکن اس کی کوئی ضمانت نہیں دی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ سے عرض کروں گا۔

بنیادی حقوق پر ڈاکہ :- مسودہ دستور میں اسلام و نجات سے جہاں حکمران جماعت نے انحراف کیا۔ اور حسب عادت اسلام پر عمل کرنے سے معذوری ظاہر کر دی وہاں اس کے ساتھ جمہوری حقوق جو ہر فرد کو ہر شہری کو اس ملک میں ملنے چاہئیں۔ ان سے بھی قطعاً انحراف کیا گیا۔ آئینی سمجھوتے میں یہ بات واضح طور پر لکھی گئی تھی کہ تمام بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑے گا۔ کہ بنیادی حقوق کا تحفظ اس شان سے کیا گیا ہے کہ ایک ہاتھ سے ان کو دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی نہیں مگر کچھ تھوڑی دیر انتظار کرتے فوری طور پر ان کو چھین لیا گیا۔ اور بے بس بنادیا گیا ہے اور ایسا بے بس بنادیا گیا ہے کہ کوئی شخص بھی اس کے خلاف آواز بلند نہیں کر سکتا۔ یہ اس دستور کے اندر موجود ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک شہری کے بنیادی حقوق اور آزادی کی اقدار (VALUES) پر بہت بڑا ڈاکہ ہے اور اس غرصے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ حکمران جماعت کس طرح سے شہریوں کے حقوق پر مسلسل ڈاکے ڈال رہی ہے۔ ان کی آزادی کو چھین رہی ہے یہیں یہ نکتہ تھی کہ آئینی سمجھوتے میں کیونکہ ۱۹۔ ۲۰ کی ضمانت کا مکمل وعدہ کیا گیا ہے دستخط کے ساتھ ہیں۔ تو یقیناً دستور میں بھی وہی نجات ہوں گی لیکن بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہ ہی حکمران جماعت کہ جو شہری آزادیوں کے مسلسل چلائی رہی مسلسل عوام میں جا کر یہ پروپیگنڈا کرتی رہی کہ ہم شہری آزادیوں کے لئے سب سے بڑے علمبردار ہیں۔ ان ہی شہری آزادیوں کے علمبرداروں کے ہاتھوں انتہائی افسوسناک طریقہ سے شہری آزادیاں اور حقوق مسلسل پامال ہوتے رہے ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام ”جمہوریت“ کا سب سے بڑا داعی ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ مشہور ارشاد بے شمار مورخین اور اکابر

محدثین نے نقل کیا ہے کہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔ لہما عبد قسم الناس تم نے
لوگوں کو کیوں غلام بنالیا ہے۔ حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ اسلام میں فرو کی آزادی خود مختاری اور عزت نفس کا اتنا احترام ہے۔ کہ اسکی
نظیر دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی اور اب جب ہم اس دستور کو اسلامی کہنے کے بعد شہریوں
کے حقوق کو پامال کریں تو بڑے افسوس کا مقام ہے اور بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم پھر بھی
اس دستور کو اسلامی اور جمہوری کہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ آئینی سمجھوتے سے انحراف کیا گیا۔
بڑی بد عہدی کی گئی۔ اور یہ بات حد درجہ باعث شرم ہے کہ ہم اس دستور کو
جمہوری دستور کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔

صریح خلاف رزی : مزید آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ آئینی سمجھوتہ
اسی بات کی بھی ضمانت دیتا ہے کہ آنے والے زمانے میں قومی اسمبلی دو سو ممبران پر مشتمل ہوگی
اور قومی اسمبلی کے ایوان بالا جس کو سینٹ کہتے ہیں۔ سینٹ کے ساتھ ممبران ہوں گے۔ آپ
خود ہی فیصلہ کیجئے اور بڑے ٹھنڈے دل کے ساتھ اس بات کو سوچیے کہ جب ہم آئینی
سمجھوتے پر دستخط کرتے وقت یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ قومی اسمبلی ۲۰۰ افراد پر مشتمل ہوگی۔
اس کا نتیجہ کیا نکلا ؟

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت سم ۱۴۱۔ افراد پر مشتمل ہے آئندہ ۲۰۰ پر مشتمل ہوگی
ظاہر ہے کہ اس کے لئے ایکشن کرنے پڑیں گے۔ یہ بالکل سیدھی سادھی بات ہے۔
تو یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ پاکستان کے سب شہری نئے آئین کی بابت اس
بات کے منتظر رہیں گے کہ اب بقیہ سیٹوں کا نہیں بلکہ پوری قومی اسمبلی کا نئے سرے
سے انتخاب ہوگا۔ ان کو اس بات کا حق ہوگا۔ کہ وہ نئے دستور پر اپنی رائے کو ظاہر کر سکیں۔

میں نے آئین ساز کمیٹی میں جب یہ بات کہی کہ صاحب ۲۰۰ سیٹیں اس کے اندر موجود ہیں تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہمیں اس ۲۰۰ کے ایوان کو پورا کرنا ہوگا۔ تو کہا گیا یہ تو بڑی عجیب و غریب بات ہے۔

دستور کا نفاذ اور اس پر عمل :- ۲۰۰ کے ایوان کو ۲۰۰ سے نہ بھریں ایسے ہی رہنے دیں اور دستور نافذ کریں مارچ یا اپریل میں یعنی دستور تو آپ نافذ کر رہے ہیں۔ اب یعنی ۱۹۷۳ء کے مارچ یا اپریل میں اور عمل ہوگا۔ ۱۹۷۳ء میں مارچ سال کے بعد یہ تو بڑی مضحکہ خیز بات ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اس شق سے کہ اسمبلی ۲۰۰ افراد پر مشتمل ہوگی۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس کے لئے ایکشن کرانے پڑیں گے۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

نئے انتخابات کیوں؟ یہ بات بھی عام آدمی سمجھ سکتا ہے اور آپ حضرات خود بخود اس کا فیصلہ کریں گے۔ اور اپنی رائے کا آزادی سے استعمال کرتے ہوئے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ایکشن یقیناً ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ نئے دستور پر جب عوام انتخاب میں حصہ لیں گے تو وہ اپنی رائے کا صحیح اور آزادانہ استعمال کر سکیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے جن نمائندوں کو منتخب کیا ہے اس دستور کی روشنی میں ان پر اعتماد بھی ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ دستور پر جب اعتماد بھی ہوگا تو ہمیں عوام سے اختیار مل جاتا ہے کہ ہم یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے جو دستور بنایا اس پر عوام نے فیصلہ دیا اس کو عوام کی منظوری حاصل ہوگئی۔ ایسا دستور کہ جس کو عوام کی منظوری حاصل ہو اس کو پابندی حاصل ہوگئی ہے۔

وہ باقی رہتا ہے۔ ورنہ وہ دستور جس کو عوام کی نماندگی حمایت اور اعتماد حاصل نہ ہو اسے عوامی دستور نہیں کہا جاسکتا ہے وہ چند افراد کا بنایا ہوا دستور ہے اور ایک فرد یا چند افراد کا بنایا ہوا دستور ہے اس کا حشر ہم ماضی کی تاریخ میں لکھ چکے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس دستور کا بھی وہی حشر ہو جو ماضی میں تمام دستاویزوں کا ہوتا رہا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ۲۰۰ سیٹیں جو آپ نے مقرر کی ہیں ان پر فوری طور پر الیکشن کرایئے اور عام طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صاحب الیکشن ہم کیوں کرایئیں جب ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ دنیا کے تمام ممالک میں یہ (TRADITIONS) طریقہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی نیا دستور بناتے ہیں۔ اس دستور کے مطابق نیا الیکشن کراتے ہیں اور اس سے عوام کی منظوری مل جاتی ہے تو ہم سے یہ کہا گیا اس کی مثال دیجئے۔

انتخابات نئی بات نہیں۔ آئین کمیٹی میں یہ مسئلہ زیر بحث کیا چنانچہ میرے دلائل آئین ساز کمیٹی کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں میں نے اس وقت عرض کیا کہ دنیا کے تمام ممالک مثلاً ہمارا ہی ہمسایہ ملک بھارت ۱۹۴۷ء میں نیا دستور نافذ ہونے کے فوراً بعد الیکشن کرایا اور نام نہاد شنگھ ویش میں بھی نیا دستور بن گیا اور نافذ ہو گیا اور اس کے مطابق وہاں مارچ میں الیکشن ہو رہے ہیں مجھ سے یہ کہا گیا کہ بنگلہ دیش تو ایک نیا ملک ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس میں الیکشن ہو رہے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ یہاں بھی تو لوگ کہتے ہیں۔ کہ نیا پاکستان ہے۔ جب نیا پاکستان ہے، نئے پاکستان کا نیا دستور ہے۔ تو نئے الیکشن بھی ہونے چاہئیں۔ بہر حال تو میں عرض کر رہا تھا کہ سینٹ (ایوان بالا) اس کی آئینی سمجھوتے میں ۶۰ سیٹیں مقرر کی گئی تھیں تو جہاں آغوشوں نے ۲۰۰ کی اسمبلی مکمل کرنے کے بعد انخراں کیا اور صرف ۴۴ کی اسمبلی

د سال تک رکھی اس کے ساتھ ہی انھوں نے سینٹ کے مسئلہ پر بھی انحراف کیا۔ اور یہ کتنی بڑی بد عہدی ہے۔ آپ ذرا خیال فرمائیے یہ آئینی سمجھوتے کی بات ہے۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آپ ہی کو حیرت نہیں ہوگی۔ مجھے خود حیرت ہے سینٹ کے مسئلہ پر یہ طے ہوا تھا کہ سینٹ ۶۰ ارکان پر مشتمل ہوگی اور یہ آئینی سمجھوتے پر موجود ہے اس کا کیا کیا جاسکتا ہے۔ آئینی سمجھوتے پر کوئی خفیہ معاہدہ نہیں ہے۔ وہ الم نشرح ہے۔ عوام کے سامنے اخبارات میں آچکا ہے۔ اور ہر شخص پر اس کی دفعات بالکل واضح ہو چکی ہیں۔ سینٹ ۶۰ ارکان پر مشتمل ہوگی۔ یہ آئینی سمجھوتے میں طے ہو گیا۔ دستور ساز کمیٹی نے جو مسودہ تیار کیا اس میں سینٹ کے ارکان صرف ۴۰ رہ گئے صرف ۴۰ اہل دو قبائلی علاقوں اور دارالسلام کے دارالسلطنت کے نمائندے تو اس طرح سینٹ ۴۴ افراد پر مشتمل ہوگا۔

بہر حال دیکھئے کہ آئینی سمجھوتے میں تو ہم یہ طے کرتے ہیں کہ سینٹ (ایوان بالا) میں ۶۰ ارکان ہوں گے۔ اور اب ہم یہ کہتے ہیں کہ صرف ۴۴ افراد ہوں گے۔ تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آئینی سمجھوتے سے انحراف ہوا یا نہیں۔

عدلیہ کی آزادی پر حمله : اس کے ساتھ ساتھ میں آپ سے خصوصی طور پر یہ عرض کروں گا۔ کہ ہم نے آئینی سمجھوتے میں یہ بھی طے کیا تھا۔ کہ عدلیہ مکمل طور پر آزاد ہوگی اور عدلیہ اس اعتبار سے آزاد ہوگی۔ کہ اس کو کام کرنے، مروجہ قوانین پر پابندی اور عمل درآمد کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہوگا۔ عدلیہ کے اراکین معزز جج صاحبان یہ سب کے سب آئینی تحفظ دے جانے کے بعد اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں گے۔ اس لئے عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل آزاد رکھا جائے کوئی ایس پی انسپریور و گریسی

ان پر اپنے احکام کی تعمیل نہ کرائے۔ ان کا اپنا بجٹ ہو۔ ان کے اپنے اختیارات ہوں جس کو عدلیہ کہتے ہیں اس کی باقاعدہ علیحدہ سرورس ہو۔ اس کا اپنا سکرٹریٹ ہو۔ ایڈمنسٹریشن ہو۔ بیج حضرات اپنے معاملات میں مسائل کو خود حل کرطے کریں۔ اور جس طرح چاہیں کورٹس یا ہائی کورٹس کے انتظامات کو چلائیں۔

عدلیہ کی آزادی کو اس دستور میں متاثر کیا گیا۔ سب سے پہلے تو یہ کہ عدلیہ کو اتنا بااختیار ہونا چاہیے تھا کہ پاکستان کے ہر حصے میں اس کے احکام کی تعمیل ہو سکے۔ لیکن اس دستور میں حکومت نے ایک بڑا عجیب و غریب فیصلہ کیا۔ جو قطعاً آئینی سمجھوتے کی اس روح کو ختم کر دیتا ہے۔ آئینی سمجھوتے کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیتا ہے۔ انھوں نے ٹرمینل قائم کر دیے ہیں۔

سپریم کورٹ کی بے بسی: جن کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بھی سرکاری فیصلے سے متاثر ہوا ہے وہ حکومت کا ملازم ہے اور اپنے افسر بالا کے کسی فیصلے سے متاثر ہوا ہے۔ اور وہ شکایت لے کر جاتا ہے، تو صرف کورٹ میں وہ شکایت کر سکتا ہے۔ اور ایسے دوسرے افراد بھی جن پر براہ راست حکومت کے کسی فیصلے کا اثر پڑا ہے۔ تو وہ اگر اس کے خلاف اپیل کرنا چاہے تو وہ صرف A.C. میں اپیل دائر کر سکتا ہے اور A.D.C. اگر اس کے خلاف فیصلہ دیتا ہے تو اس کو اب یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی عدالت عالیہ یا عدالت عظمیٰ میں جا کر اپیل کر سکے۔ ADM - CON کا فیصلہ بالکل آخری اور حتمی ہوگا۔

اب آپ اس سے اندازہ لگالیں کہ پاکستان کی عدالت عالیہ کے اختیار سے A.D. بالکل باہر ہے۔ اس طرح عدلیہ کی آزادی کو بالکل محدود کر کے رکھ دیا گیا ہے، اور یہ آئینی سمجھوتے

میں جہاں وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی تھی کہ عدلیہ بالکل آزاد ہوگی۔ پراثر انداز
ہوا ہے، اس کے اختیار کو محدود کر دیا گیا ہے۔ ٹریبیونل اور انتظامی کورٹس اس عدلیہ
کے اختیارات سے بالکل باہر ہیں۔ تو ظاہر ہے یہ تو عدلیہ کی آزادی کا مذاق اڑایا گیا ہے
الیکشن کمیشن پر بالادستی۔ اس طرح الیکشن کمیشن کا مسئلہ بڑا نازک اور ہم
بے۔ الیکشن کمیشن اگر غیر جانبدار ہے اس کی پوری انتظامی مشینری باقاعدہ چیف
الیکشن کمیشن کے ماتحت ہے۔ اس کا اپنا بجٹ ہے اس کے اپنے اختیارات ہیں
تو ظاہر ہے وہ انتہائی غیر جانبدار نہ طور پر کام کر سکتا ہے لیکن اگر اس کے اختیارات
بالکل محدود ہوں اس کے تقرر میں گڑبڑ ہو۔ اس کو مالی اختیارات حاصل نہ ہوں وہ اپنے
اختیارات کو بروئے کار نہیں لاسکتا اور جیسے چاہے عملدرآمد نہیں کر سکتا۔ الیکشن کمیشن
کے تقرر کے سلسلہ میں وزیراعظم جو انتظامیہ کا سب سے بڑا سربراہ ہے وہ جس الیکشن
کمیشن کو چاہے مقرر کرے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ جب وزیراعظم الیکشن کمیشن مقرر کرے گا۔ تو
پھر اس ملک میں انتخابات کا حشر کیا ہوگا۔ آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں اور ابھی حال
ہی میں ایک سال کے عرصہ میں جو ضمنی انتخابات ہوئے ہیں ان کا حشر ہم نے اور آپ نے
اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس کے گواہ ہیں
کہ لائپور میں جہاں ضمنی انتخابات ہوئے وہاں کیا کیا دھاندلیاں ہوئی ہیں اور کس طرح
لوگ چلاتے کراہتے بے چینی کا اظہار کرتے رہے کہ ہم آزادی سے اپنی رائے کا
اظہار کر سکیں لیکن کچھ نہیں ہوا۔ انتظامیہ نے پوری دھاندلی کی الیکشن کمیشن اپنے آپ کو بے
پاؤں بندھ رہا ہے تھے کہ دستور میں مکمل طور سے تحفظ دیا جائے کہ الیکشن کمیشن
پورے ملک میں آزاد حیثیت سے آزادانہ طور پر الیکشن کر سکے۔ اتنی سمجھوتے میں یہ بات

طے کی گئی تھی اس پر دستخط کئے گئے تھے۔ لیکن مسودہ دستور میں اس کی دھجیاں اڑا دی گئیں۔ بہت بڑی بد عہدی کی گئی۔ خاص طور سے رمضان شریف میں تیار کئے گئے آئینی مجھوتے کی اگر اس طرح سے دھجیاں بکھیری جائیں تو ظاہر ہے کہ مسلمان کو اس پر رنج ہوگا۔ حالانکہ ویسے بھی بد عہدی کی جلتے تو اس پر رنج ہوتا ہے۔

مارشل لا کے ظالمانہ قوانین :- بڑے افسوس اور دکھے دل لگیں۔ بات آپ سے عرض کروں گا کہ مارشل لا کے ظالمانہ اور جابرانہ قوانین کو تحفظ دیا گیا عجیب بات یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے افراد اور خاص طور پر حکمران جماعت ماضی کے ان در بڑے ڈکٹیٹروں کو غدار اور آمر کہتے ہی تھکے نہیں تھے کہ صدر ایوب ایسے تھے۔ صدر یحییٰ ایسے تھے دگ ان کو برا کہتے نہیں تھکتے لیکن بڑی حیرت کی بات ہے کہ حکمران جماعت جو ان کی خلاف منظم تحریک چلانے کے بعد عوامی حکومت کی حیثیت سے ان کا تختہ الٹنے کے بعد برسرِ اقتدار آئی تھی۔ وہی حکومت آج ان آمروں، ظالموں اور غاصبوں کے آمرانہ قوانین کو اس جمہوری دستور میں تحفظ دے رہی ہے۔ یہ دنیا کے سامنے جب ہم اس جمہوری دستور میں تحفظ دیا ہے۔ تو دنیا ظاہر ہے یہی کہے گی کہ اگر آپ کو مارشل لا کے قوانین کو تحفظ ہی دینا تھا تو پھر آپ کو جمہوری دستور بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ مارشل لا ہٹانے کی کیا ضرورت تھی مارشل لا چلاتے رہتے۔

یہ بات بڑی شرمناک اور حد درجہ افسوسناک ہے اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کہ حکمران جماعت کو مارشل لا کے قوانین سے کتنی محبت ہے مارشل لا سے کتنا بڑا اثر ہے کہ مارشل لا نافذ کرنے والے چلے گئے لیکن وہ جو یادگار چھوڑ گئے ہیں اس یادگار کو

یہ نہیں چھوڑنا چاہتے۔ اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کروں گا۔ کہ ایک بہت ہی بدنام زمانہ اور رسول کے زمانہ پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ ہے P.P.A ۱۹۶۲ء میں نافذ ہوا۔ اس P.P.A کو مارشل لا RAGIME نے نافذ کیا تھا۔ اسے دستوری تحفظ دیا گیا ہے۔ آپ نے ایک طرف یہ مسئلہ سمجھا فرمایا ہوگا کہ فرد کو بنیادی حقوق حاصل ہوں گے پارٹی بنانے کا حق حاصل ہوگا شہر کی آزادی کے حقوق بھی اس کو حاصل ہوں گے۔ وہ جو پارٹی چاہے بنائے۔ جس پارٹی میں چاہے شریک ہو۔ ایک طرف تو اس میں یہ تحفظ دیا گیا ہے اور دوسری جانب P.P.A کے ذریعہ یہ تمام اختیارات کئے گئے اب وہ P.P.A کے تحت پابند ہیں جس جماعت سے وہ بدگمان ہے جس جماعت پر اب اسے اعتماد نہیں رہا ہے، اس جماعت کو وہ اب چھوڑ نہیں سکتا۔ اور اگر چھوڑے تو اس کی سیٹ بھی جاتی رہتی ہے، P.P.A کے سلسلہ میں بعض حضرات کا خیال ہے۔ ہے کہ ہم لوگ اس کی مخالفت اس لئے کر رہے ہیں۔ کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ حکمران جماعت کے لوگ P.P.A ٹوٹنے کے بعد زیادہ سے زیادہ حکمران جماعت سے نکل آئیں اور اس طرح سے حکومت کمزور ہو جائے گی۔ میں یقین دلاتا ہوں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ کسی طرح بھی کسی بھی آدمی کو اس کی کسی بھی حیثیت کو چیلنج کیا جائے۔ یا اس کے حقوق اور اختیارات مضرب کئے جائیں۔ یہ مقصد نہیں ہے۔ ہم تو صرف یہی چاہتے ہیں۔ کہ آئینی ذریعہ اور آئینی طریقہ اختیار کئے جائیں۔ اور یہ ہر شخص کو جمہوری حق حاصل ہے۔ کہ جمہوری انداز میں تنقید کی جائے جمہوری انداز اختیار کئے جائیں۔ جو ڈنور کی شکل میں سازشیں نہ کی جائیں۔

ایوانی یا دیگر : P.P.A کی ہم مخالفت کیوں کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف

ایک ہے اور وہ یہ کہ سداً توب کے زمانے کی یاد گار ہے اور ان کی جتنی بھی یاد گاریں
اور آثار ہیں ان کو کم از کم آثارِ قدیمہ ہی سمجھ کر ختم کر دیا جائے ان کی کوئی افادیت نہیں ہے
اور یہ کہ ایک قومی اسمبلی کے ممبر کی آزادی پر ایک بہت بڑی قدرتی قدرتی ہے۔ اسمبلی کے ممبر
کی آزادی فکر اور فیصلے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے اس قانون کی موجودگی ضروری
نہیں ہے۔ اور یہ میں سمجھتا ہوں کہ آئینی سمجھوتے سے اس لئے انحراف کیا گیا۔ کہ
بات جب آئینی سمجھوتے کی ہو رہی تھی تو یہ طے ہوا تھا کہ P. P. A کو اس طرح
نافذ کیا جائے کہ کوئی بھی شخص اگر قومی اسمبلی میں ہی جماعت کے خلاف عدم اعتماد کی
تحریک پیش کرنا چاہے۔ تو وہ اپنی سیٹ سے پہلے استعفا دے دوبارہ الیکشن لڑ کر
آئے اور پھر اس حکمران کے خلاف جو چاہے کرے۔ اب آپ غور فرمائیے کہ حکمران جماعت
رمضان شریف میں آئینی سمجھوتے کے وقت یہ چاہتی تھی کہ P. P. A کو دور زیادہ وسیع
کیا جائے اور اسے اس حد تک لایا جائے کہ اگر کوئی شخص عدم اعتماد کی تحریک اپنی
جماعت کے وزیرِ اعظم کے خلاف لانا چاہے تو اس کی اپنی سیٹ عدم اعتماد کی
تحریک سے ہی ختم ہو جائے یہ بڑا عجیب سا مذاق ہے کہ اس شخص کے ساتھ جسے
تین چار لاکھ ووٹروں نے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ اب اس کو یہ حق نہیں دیتے
کہ وہ جس وقت چاہے عدم اعتماد کی تحریک اپنی جماعت کے وزیرِ اعظم کے خلاف
لائے۔ اس کو یہ بھی حق حاصل ہے۔ اس نسلے میں یہ بھی بات ہو رہی تھی کہ
P. P. A میں یہ بات رکھی جائے کہ اگر عدم اعتماد کی تجویز فیصل ہو جائے۔ ناکام
ہو جائے تو جتنے بھی افراد نے اس کے حق میں ووٹ ڈٹے ہیں دستخط کئے ہیں ان
کی سب کی سیٹیں ختم کر دی جائیں اب وہ دوبارہ لڑ کر آئیں۔ یہ بھی مذاق ہو رہا ہے

کہ اس کے بعد پھر وزیر اعظم کو ۲/۳ عدم اعتماد کی تجویز لا کر وزارت کو نہیں بلکہ جمہوریہ اقدار کو استحکام دینے کی کوشش کی گئی۔ تاکہ اس P.P.A سے نجات پائی جائے۔ استحکام جو حکمران جماعت مانگے ہی تھی کہ اسے ملنا چاہیے جمہوریت استحکام کے لئے فرض ہے کہ وزیر اعظم اپنے پاس اور تمام عہدہ داروں نے اپنے دوڑنے سے — کئے ہیں ان کو بروئے کار لائے ان کے لئے یہ طے کیا گیا تھا کہ اس کو یہ چاہیے کہ P.P.A کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کیا جائے اس کے بعد پھر یہ تجویز کچھ حضرات نے پیش کی اور پھر آئینی سمجھوتے کے زلے میں کہ ۲ سے کچھ ۵ سے چلے پھر ۵۶ آئے اور اس کے بعد ۱۶ بڑے آگئے کہ ۲ سے عدم اعتماد کی تجویز پیش کی جاسکتی ہے تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ۲ کی تجویز سے جب وزیر اعظم کو استحکام حاصل ہو گیا۔ جمہوریت کو استحکام حاصل ہو گیا۔ وزیر اعظم کو اپنی پالیسیاں بروئے کار لانے کا حق حاصل ہو گیا۔ تو پھر P.P.A کی ضرورت کیا باقی رہ جاتی ہے؟ والی بات تو موجود ہے اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ ابھی آئینی سمجھوتہ دستور کے مسوے میں سے بروئے کار نہیں لایا گیا۔ اور ہمیں بڑا افسوس ہے کہ جن دفعات کی میں نے نشاندہی کی ہے موازنہ کیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ نے اس پر اچھی طرح غور فرمایا ہو گا اور آپ سمجھیں گے کہ کوشش اس بات کی کی گئی ہے کہ ہر قیمت پر دستور مسوے میں آئینی سمجھوتے کو بروئے کار لایا جائے۔ اور الفاظ معنی دونوں کے اعتبار سے اس کو سمجھ دیا جائے لیکن افسوس ہے کہ ہم اقلیت میں ہیں اور حکمران جماعت آئین کمیٹی میں اکثریت سے تھی۔ لہذا وہ اپنے فیصلے منوانے میں کامیاب ہو گئی۔ آخر میں بات بھی عرض کرتا چلوں کہ ہمیں آئین کمیٹی کے سمجھوتے پر عمل کرنے میں عمل درآمد کرانے میں کوئی عذر نہیں ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کی روح

کے مطابق اس پر عمل کیا جائے۔ اور جس طرح سے طے ہوا ہے اسی انداز میں اس کو باقی رکھ جائے۔
لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ کیونکہ انھوں نے آئینی سمجھوتے کی دھجیاں بکھیر دیں
اس لئے ہم بھی مجبور ہیں اور یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہیں کہ جب انھوں نے خود ہی اس کو توڑ دیا۔
وہ کارآمد نہیں رہا۔

آئینی سمجھوتے کی موجودہ حیثیت : پھر دوسری حیثیت بھی اس کی ہے، آئینی سمجھوتہ
چند رہنما اصول تھے۔ چند امور تھے کہ جن کی روشنی میں دستور کو مرتب کرنا تھا۔ آئینی سمجھوتہ
دستور ساز کمیٹی کی ملکیت ہو گیا۔ اور دستور ساز کمیٹی نے جہاں اور جس حد تک اس پر عمل کرنا چاہا۔
عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ دستور کے اندر موجود ہے جیسا کہ حکمران جماعت کہتی
ہے۔ اب دستور کے اندر جو غلط چیزیں آگئی ہیں۔ ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

میرے عزیز ہموطن بھائیو! اور بہنو! اس وقت ہم اپنی تاریخ کے جس نازک
بحران سے گزر رہے ہیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ متحد ہو کر ملکی سالمیت قومی وقار اور فطری
ہم آہنگی کے لئے جدوجہد کی جائے۔ اور بے بنیاد الزامات سے ہر ممکن گریز کیا جائے۔

انسو سنا کہ بات یہ ہے کہ حکمران پارٹی اور اس کی پروپیگنڈہ مشینری جسے اس وقت
تصویر کا صحیح رخ پیش کرنا چاہیے تھا۔ اس بے بنیاد پروپیگنڈے میں مفروضہ ہے کہ حزب
اختلاف سمجھوتے سے منحرف ہو گئی۔ حالانکہ ہر شخص آسانی سے یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ اگر ہم
کوئی آئینی بحران پیدا کرنا چاہتے تو ہمیں دستوری سازی کی راہ میں کوئی رکاوٹ ڈالنی چاہیے تھی۔
ہم افہام و تفہیم کے ذریعہ متفقہ فیصلہ تک پہنچنے کی کوشش ہی نہ کرتے اب وقت آ گیا ہے
کہ ہم قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دیں۔ ہمیں اپنے لئے ملک کو نہیں ملک کے لئے
خود کو قربان کرنے کے جذبہ سے سرشار ہونا چاہیے۔ میں اپنے عوام کے توسط سے حکمران جماعت

سے اپیل کروں گا کہ آئیے ہم مل کر اپنی قوم کی بے یقینی کو دور کرنے کی جدوجہد کریں اور اپنی قوم کی بے یقینی کو دور کرنے کی جدوجہد کے ساتھ اس قوم کو اپنی وصوایوں کے انتقام کے لئے تیار کریں جہاں تک میرا اور میری جماعت جمعیتہ علماء پاکستان کا تعلق ہے ہمارے نزدیک پاکستان خدا کی عطیہ ہوئی ایک بہت بڑی نعمت ہے ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض ہے کہ سیاسی و استیگوں سے بالاتر ہو کر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اس ملک کو ایک سچی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی کوشش کی جائے اور نظام کش مکش بے یقینی اور بے چینی کے بجائے اس قوم کے جذبہ تعمیر کو آجاگر کیا جائے۔ اور اس مقصد کے لئے ہم اپنے ہموطنوں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہر بڑی سے بڑی قربانی سے بھی انشاء اللہ اس وطن عزیز کے تحفظ کے لئے ہم کبھی دریغ نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

اسلام زندہ باد۔ پاکستان پائندہ باد۔

(ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی مارچ ۱۹۶۳ء)

”کرنل معمر قذافی“ (ذریعہ طبع)

کتاب شاہ احمد نوزانی کے بعد ”کرنل معمر قذافی“ انشاء اللہ مصنف کی دوسری ذریعہ طبع و لولہ انگیز تالیف ہے جس میں یسبیا کو ایک مثالی اسلامی ریاست کا نمونہ اور صحیح پاکستان بنانے میں مصروف مجاہد قذافی کے ولولہ انگیز حالات کو جمع کیا گیا ہے۔ پوری تفصیل و تاریخ اشاعت کیلئے مکتبہ ”رضائے مصطفیٰ“ گوجرانوالہ سے رابطہ قائم رکھیں اور کامیابی کے ساتھ جد منظر عام پر آنے کی دعا فرمائیں۔

ریڈیو ٹی وی خطاب پر دلچسپ مناظر

مولانا شاہ احمد نورانی کا ریڈیو، ٹی وی میں تاریخی خطاب آپ پڑھ چکے ہیں اب اس تاریخی خطاب پر سرکاری وکیل حکومت کے نمائندے کے زبردست اعتراضات اور مولانا شاہ احمد نورانی کے حیران کن جہتہ جوابات ملاحظہ فرمائیں اور حکومتی نمائندے کی بے بسی اور مولانا نورانی کی بیدار مغزی اور حاضر جوابی و وسیع معلومات کا اندازہ فرمائیں۔

ماہنامہ ”ضیاءِ حرم“ لاہور نے اسی انٹرویو کے متعلق لکھا ہے کہ

”ریڈیو اور ٹیلیویشن پر آئین کے متعلق اپوزیشن کے تمام لیڈروں کے انٹرویو نشر ہوئے لیکن مولانا نورانی کے انٹرویو کی شان ہی نرالی تھی جس مہارت اور صداقت سے انھوں نے اس شاطر نقاد کو ہر نکتہ پر مات دی اور جواب کیا۔ وہ انہی کا حصہ تھا، لیجئے۔ ریڈیو ٹی وی پر مناظرہ خود ہی پڑھئے اور لطف اٹھائیے!

اکثریت پر

— زیدی: آپ نے اپنی تقریر میں پیپلز پارٹی پر دھڑائی، بے باکی اور بے دردی کے ساتھ بد عہدی کا الزام لگایا ہے۔ میں اس سلسلہ میں تفصیلات میں جاؤں بغیر آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا جمہوریت کا پہلا سبق یہ نہیں ہے کہ اکثریت کی رائے کا احترام کیا جائے۔

نورانی: جی ہاں۔ لیکن اکثریت اگر اپنے آپ کو کسی چیز کا پابند کرے تو ظاہر ہے کہ وہ اس رائے کی پابند ہوگئی۔ اس سمجھوتے کی پابند ہوگئی۔ تو اس سے انحراف

لازمی طور پر نہیں کرنا چاہیئے۔

زیدی: آپ کی مراد اس آئینی سمجھوتے سے ہے؟

نورانی: یقیناً آئینی سمجھوتے سے ہے۔

زیدی: اچھا، آپ کا فرمانا ہے کہ اس آئینی سمجھوتے کی پابندی آپ نے تو کی اور جہاں تک میں سمجھا ہوں آپ کا یہ بھی تاثر ہے کہ اس سلسلہ میں حزب اختلاف کی دوسری جماعتوں نے بھی پابندی ہے اگر کسی نے بد عہدی کی ہے تو وہ اکثریتی پارٹی نے کی ہے۔

نورانی: اس لئے کہ اکثریتی پارٹی نے مسودہ آئین کو آئین ساز کمیٹی میں مرتب کیا اور چونکہ ان کی اکثریت تھی اسی لئے اس کے بنانے والے بھی وہی تھے۔ ہم تو صرف ترمیم دینے کا حق رکھتے تھے تو ظاہر ہے.....

زیدی: (بات کاٹتے ہوئے) معاف کیجئے گا۔ اس پر آپ کو کوئی اعتراض ہے کہ کسی ایک پارٹی کو دباؤ اکثریت حاصل ہو۔ بات کو ذرا آگے بڑھاتے ہوئے آپ سے یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ اس طرح کی کسی تجویز کو پسند کریں گے کہ آئندہ قومی اسمبلی میں کسی پارٹی کو اتنی اکثریت نہ حاصل ہو جائے کہ جسے ظالمانہ یا اس قسم کے کوئی اور لقب سے یاد کیا جاسکے۔

نورانی: یہ تو ہمیشہ ہوتا رہا ہے گا کہ کوئی نہ کوئی پارٹی اکثریت سے برسرِ اقتدار آئے گی۔ سوال اس کا نہیں ہے کہ ہم کسی کو حق دیتے ہیں کہ نہیں یہ تو حق قدرتی طور پر الیکشن میں ووٹ ڈالنے والے افراد ہی دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اکثریتی پارٹی آئین ساز ادارے میں بیٹھ کر آئینی سمجھوتے کی روشنی میں دستور تیار کرنے کی پابند

تھی۔ اُس نے از خود یہ پابندی قبول کی تھی۔

بد عہدی :-

زیدی : جس پارٹی پر آپ بد عہدی کا الزام لگا رہے ہیں۔ وہ یہ کہتی ہے کہ ہم نے پوری طرح اس کی پابندی کی ہے اور اگر کوئی بد عہدی ہوتی ہے تو وہ دوسری جماعت کی طرف سے ہوتی ہے۔

نورانی : اس الزام تراشی کا صحیح جواب یہی ہے کہ ہر دو فریق ریڈیو، ٹیلی ویژن پر بیٹھ جائیں اور قوم کے سامنے اس بات کا فیصلہ کر دیا جائے کہ کس نے کہاں بد عہدی کی ہے۔ اگرچہ میں نے اپنی تقریروں میں خود اس کی نشاندہی کی ہے اور اگر آپ اس نشاندہی سے مطمئن نہیں ہوئے تو اس کی صورت یہی ہے کہ دونوں بیٹھ جائیں۔

زیدی : کیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے علاوہ آپ کے خیال میں کوئی ادارہ نہیں ہے۔ جہاں آپ جا کر اس بات کا تصفیہ کر سکیں کہ کس نے کتنی پابندی کی ہے۔؟

نورانی : ہاں ایک بہت بڑا با اختیار ادارہ ہے وہ ہے قومی اسمبلی۔ جب قومی اسمبلی آئے ساز ادا سے کی حیثیت سے کام شروع کرے گی تو اس میں یہ بات آجائے گی۔

زیدی : تو اس سے پہلے میرے خیال میں یہ جو باتیں آئی ہیں ۔ ۔ ۔

نورانی : اس سے پہلے کے لئے ، کیونکہ طریقہ کار یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سب کو دعوت دی جائے اور ہر ایک کا نقطہ نظر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ظاہر ہے کہ یہ جیسی ایک طریقہ ہے اس کے علاوہ اب میں اپنی تقریر میں کسی کے متعلق یہ کہہ رہا ہوں کہ اُس نے بد عہدی کی ہے۔ دوسرا اپنی تقریر میں کہہ رہا ہے کہ تم نے کی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ دونوں بیٹھ جائیں ایک ساتھ۔

اختلاف رائے۔

نواراخی ہے : ان تمام پارٹیوں کو جن کے متعلق آپ ذکر فرما رہے ہیں ان کو بلا لینا چاہئے

اُن پارٹیوں کے متعلق آپ مجھ سے کیوں دریافت کر رہے ہیں۔ آپ مجھ سے میری پارٹی کے متعلق سوال کریں۔

زیدی : جی۔ آپ کی پارٹی بھی اس میں شامل ہے۔۔۔۔۔ آپ نے اپنے ایک ختلافی نوٹ میں فرمایا تھا کہ۔۔۔۔۔

نورانی : (نورابوے) کیا آپ کے خیال میں اختلافی نوٹ لکھنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ زیدی : بے شک۔۔۔۔۔ بالکل باقی رہتا ہے۔

نورانی : آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ آئینی سمجھوتے میں کل ۵۴ دفعات ہیں جبکہ دستوری مسودہ میں ۲۸۰ دفعات ہیں تو ظاہر ہے کہ اختلافی نوٹ تو لکھنا ہی پڑے گا۔

زیدی : میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے کہا ”بدعہدی انہوں نے کی“ لیکن آپ کی پارٹی سرے سے اس ایک دفعہ کے خلاف ہے جسے آپ نے سمجھوتے پر دستخط کئے تھے اور یہ اختلاف غالباً مسودہ آئین کے آنے سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔

نورانی : کس سلسلہ میں ؟

زیدی : شگایہ کی اکثریت والی بات تھی اس پر چند پارٹیوں نے اعتراض کیا کہ یہ غیر جمہوری ہے۔

نورانی : مسودہ آئین کے باہر آنے سے پہلے تو حزب اختلاف کی کوئی بات ہی نہ تھی۔ مسودہ آئین جب زیر بحث تھا اور آئینی سمجھوتے کی جہاں جہاں جس جس شق پر خلاف دہری ہو رہی تھی تو ظاہر ہے کہ اس پر تو اختلافی نوٹ لکھنا ہی تھا۔ اگر اس کی نشاندہی نہ کی جاتی تو کیسے پتہ چلتا کہ آئینی سمجھوتے سے کہاں کہاں انحراف کیا گیا ہے۔
سمجھوتہ۔ زیدی : آپ نے اپنی تقریر میں اس وقت یہ تنازعہ دینے کی کوشش

بھی کی ہے کہ اگر یہ مسودہ آئین موجودہ شکل میں منظور کر لیا گیا تو یہ چند افراد کا بنایا ہوا آئین ہو گا۔ کیا یہ واقعہ نہیں مولانا صاحب کہ یہ مسودہ آئین جس پارٹی نے تیار کیا ہے اس نے اسمبلی میں غالب اکثریت کے باوجود آئین سازی کے مسئلہ پر اجماع کی ضرورت بھی محسوس کی اور ۲۰ اکتوبر کا بھوتہ اس بات کا ثبوت ہے۔

نورانی : ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے بھوتے میں تمام پارٹیاں شریک تھیں، اب جب کہ اس آئینی سمجھوتے کی خلاف ورزی ہوگی تو اس میں شریک پارٹیاں اس سمجھوتے میں شریک نہ رہیں گی۔ جب اس کی خلاف ورزی ہوگئی تو سمجھوتہ ٹوٹ گیا۔

زیدی : میں صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ اس تعبیر کا حق آپ کیسے دیں گے کہ خلاف ورزی ہوتی ہے یا نہیں؟

نورانی : اس تعبیر کا حق ہر دو فریق کو دیا جائے گا۔

زیدی : دو فریق سے آپ کی کیا مراد ہے؟

نورانی : معاہدہ کرنے والے یعنی حزب اقتدار اور حزب اختلاف۔

پارٹی :- زیدی : ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ آپ مجھ سے صرف میری پارٹی کی بات کریں اور ابھی آپ نے پوری حزب اختلاف کو ایک فریق بنا دیا۔

نورانی : ہاں جب سب پارٹیاں ملٹی ہوں یعنی حزب اختلاف بھی اور حزب اقتدار بھی تو آپ مکمل طور پر سوائے ہو سکتے ہیں سمجھیں سے۔ یعنی حزب اختلاف کے نظریات کیا ہیں، انہوں نے کہاں اختلاف کیا اور کہاں نہیں کیا۔

اب آپ جو فرما رہے ہیں کہ کسی ایک پارٹی نے فلاں فلاں جگہ اختلاف کیا ہے تو ظاہر ہے کہ آپ اس پارٹی کو بلا کر دریافت کریں کہ صاحب آپ کے نظریات کیا ہیں؟

مجموعی طور پر سوالات آپ اسی وقت کر سکتے ہیں جب تمام پارٹیاں موجود ہوں۔ آئینہ مسودہ اور سمجھوتے کے لئے میں نے جمعیت علماء پاکستان سے متعلق جو کچھ بھی عرض کیا ہے اس پر دریافت فرمائیں۔

پرس کا نفرنس : زیدی کچھ تو رائے آپ نے آج ظاہر کی ہے اور کچھ اس سے پہلے بھی آپ اپنی پرس کا نفرنس میں سمجھوتے کے سلسلے میں کہہ چکے ہیں۔ مثلاً ۸ جنوری کو ایک پرس کا نفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا تھا کہ قومی اسمبلی میں جو مسودہ آئین پیش کیا گیا ہے میری جماعت اسے صرف اس شرط پر من و عن تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ آئین کی منظوری کے ساتھ ہی ملک میں از سر نو انتخابات کرا دیئے جائیں۔ کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہوگا کہ آپ کو اصولی طور پر مسودہ آئین سے کوئی اختلاف نہیں، آپ صرف ایک سیاسی شرط کی تکمیل کرانا چاہتے ہیں۔ اگر بات واقعی اصول کی ہوتی تو انتخابات کرانے یا نہ کرانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

نورانی : زیدی صاحب آپ تو ماشاء اللہ، اخبار سے متعلق رہے ہیں، اخبار میں کسی بھی رہنما کا کوئی بھی سیاسی بیان آتا ہے تو اس سیاسی بیان کی مختلف سرخیاں مختلف اخبار لگاتے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے نظریہ کے مطابق، اپنی اپنی فہم کے مطابق اس کی تفسیر کرتا ہے تو یہ بیان کسی صاحب نے اپنے کسی اخبار میں لکھا ہوگا غالباً ”ایجاد بندہ“ ہی اس کو کہا جاسکتا ہے۔ میں نے اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگائی دتھوڑا تیز مگر نرم ہجرت میں) کون سے اخبار میں آیا ہے اس کا حوالہ دیں۔ تین چار اخبارات اگر سامنے رکھ کر پڑھے جائیں تب تو ظاہر ہے کہ قابلِ غور ہوتا ہے لیکن ایک اخبار میں اگر ایک بیان ہو اور اس کی ایک ہی تشریح کو لے لیا جائے تو پھر بات صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آتی۔

زبیدی میں وہ اخبار بھی آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں، ایک پالیسی اسٹیٹمنٹ تھا میں نے آپ کے کسی سرسری بیان سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا تھا اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپ نے کوئی تروید اس سلسلہ میں جاری نہیں کی۔ صفحہ اول پر سے یہ بیان شروع ہوتا ہے اور یہ صرف ایک سرخی نہیں ہے۔

نورانی: ملک میں متعدد روزنامے شائع ہوتے ہیں اور ان میں زعماء و سیاسی رہنماؤں کے مختلف بیانات شائع ہوتے ہیں اور تمام ہی اخبارات کے بیانات ظاہر ہے نہیں پڑھے جاسکتے ہیں میرا یہ بیان ملک کے کسی ایک اخبار میں آیا ہوگا۔ دوسرے کسی اخبار میں نہیں ہوگا۔

زبیدی: نہیں سبھی اخباروں میں ہے غالباً۔

نورانی: اگر سب ہی اخبارات میں ہے تو آپ دو یا تین اخبارات ملا کر دکھائیں۔ تب ہی میں بتا سکتا ہوں کہ کم از کم تین اخبارات تو ہونے چاہئیں۔

زبیدی: ویسے میں ایک دفعہ آپ کا بیان پڑھ دوں (اخبار نکالتے ہوئے)

نورانی: نہیں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ یہ صرف ایک اخبار ہے۔ دو تین اخبارات ہونے چاہئیں۔ آپ نے پریس کانفرنس کا حوالہ دیا ہے۔ کیا پریس کانفرنس صرف ایک ہی اخبار میں چھپی ہے؟

زبیدی: اور اخبارات میں بھی ہے لیکن میں پورا پلندہ نہیں لا سکتا تھا۔ میں نے سمجھا کہ آپ شاید اسے ہی کافی سمجھیں۔

نورانی: دیکھئے۔ میں آپ سے عرض کروں کہ تمام اخبارات یہاں موجود نہیں

ہوران کی تمام سرخیوں کا تقابل اور موازنہ نہ کر یا بکایت تک اس بیان کی روح سمجھ میں نہیں
زبیدی: میں نے آپ سے مرخی کا ذکر نہیں کیا تھا پورے متن کا ذکر کیا تھا۔
نورالحی: پرس کا نفرنس صرف ایک اخبار میں آئی ہوگی دوسرے کسی
میں نہیں ہوگی۔

زبیدی: آپ کی پرس کا نفرنس میں کیا صرف ایک ہی آدمی ہوتا ہے۔؟
نورالحی: میری پرس کا نفرنس میں متعدد افراد ہوتے ہیں لیکن چونکہ ایک
ایک ہیں اخبار کا حوالہ دے رہے ہیں اس لئے اس کا مطلب یہ نکلا کہ اس پرس کا نفرنس
میں صرف ایک ہی صاحب تھے (دستے ہوئے) اور انہوں نے اپنی فکر اور اپنے
خیالات کی ترجمانی کی ہے انہوں نے یہی سمجھا ہوگا اور میں ان کی سمجھ پر پابندی نہیں رکھ
سکتا۔ جو چاہیں سمجھیں۔

پابندی مشورہ: زبیدی: مولانا صاحب! جہاں تک مجھے علم ہے
قومی اسمبلی کے ۱۵۰ کے ایوان میں آپ کی جماعت یعنی جمعیت علماء پاکستان
کے اراکین کی تعداد تقریباً ۱۵ ہے۔

نورالحی: تقریباً سات ہے (ظن کرتے ہوئے)

زبیدی: تقریباً سات۔ بہر حال یہ تمام ارکان دو صوبوں سندھ اور
پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ان دو صوبوں کے ۱۰۰ کے
بمگ ارکان اسمبلی آپ کی پارٹی کے مشوروں پر عمل کریں۔

نورالحی: میں تو نہیں چاہتا کہ میری پارٹی کے سات ارکان کے
پر عمل کیا جائے میں نے اپنے کسی بیان میں نہیں کہا۔

زبیدی: اس سے پہلے چونکہ جمہوری اصول کی بات ہو چکی تھی اور یہ اس فیڈریشن کے دوینٹ ایسے ہیں جس میں جس پارٹی کو آپ اکثریتی پارٹی کہتے ہیں، اس کو بہت بڑی اکثریت حاصل ہے۔

نورانی: دیکھئے صاحب غلط سمجھتا ہے۔ یہاں اس وقت یہ سوال نہیں ہے کہ ہماری رائے کو تسلیم کیا جائے یا ہمارے مشورے کی پابندی کی جائے۔ اس وقت سوال یہ ہے کہ ایک آئینی سمجھوتہ ہوا۔ اس سمجھوتے پر دستخط کرنے والی جماعتوں نے کس حد تک پابندی کی ہے۔

زبیدی: اس سے پہلے آپ نے اپنے ایک بیان میں اگر آپ اس سے اتفاق کریں تو یہ نہرایا تھا کہ پیپلز پارٹی کو چاہیے کہ وہ نیپ سے کوئی نہ کوئی مفہمت کر۔ نورانی: میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ آپ آئینی سمجھوتے کی حد تک محدود رہیں اور میرے پیس کے بیانات اگر آپ نکالنا شروع کر دیں گے، تو غالباً تھوڑے سے جو سلسلہ شروع ہوگا وہ سلسلہ لامتناہی ہوگا۔ اور یہ نہیں بات کہاں تک پہنچے گی۔

زبیدی: میں صرف وہ بیانات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا تھا جو آئینی سمجھوتے سے متعلق ہیں۔

نورانی: بہر حال میں نے ابھی ۲۶ منٹ تک مسلسل آئینی سمجھوتے کے سلسلہ میں تقریر کی تھی۔ اس سلسلہ میں جو چاہیں پوچھ لیں۔

زبیدی: یہ بڑی اہم بات تھی اور آئینی سمجھوتے کے سلسلہ میں جس میں آپ نے اپنی پارٹی کو اتنی اہمیت نہیں دی ہے اور کہا ہے کہ نیپ

سے سمجھوتہ کرنا ہوگا۔ اس لئے . . .

نورالحیے د بات کاٹتے ہوئے گویا ہوئے! میں نے کہا! کب کہا!
وطنزیہ انداز میں اس ایک ہی اخبار میں کہا ہوگا۔ دیکھئے بیان اگر متفقہ طور
پر تمام اخبارات میں اسی ایک مضمون کا آئے تب تو بات ہے درنہ . . .
ایوزیشن کا اتفاق :- زیدی : اچھا جی وہ بات ختم ہوگئی۔
میں اب اسی تقریر کا ذکر کروں گا جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ افہام و تفہیم
سے کام لے کر متفقہ فارمولے کی ضرورت ہے تو آپ مجھے یہ بتا سکیں گے
کہ خود حزب اختلاف کتنے معاملات میں متفق ہے اور اگر حزب اختلاف پر ہی چھوڑتے ہوئے
اکثریتی پارٹی اپنے آپ کو آئین سازی کے معاملات سے الگ کر لے تو کیا حزب
اختلاف کوئی متفقہ فارمولا تلاش کر سکتی ہے؟

نورالحیے : جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حزب اختلاف کن باتوں
پر متفق ہے تو آئینی سمجھوتہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ حزب اختلاف
میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور وہ متفق تھی۔ آئینی سمجھوتے سے سب ہی نے اتفاق
کیا تھا اور حزب اختلاف میں کوئی بھی اختلاف نہیں تھا۔

زیدی : کیا اب بھی نہیں ہے؟

نورالحیے :- یہ آئینی سمجھوتے کی بات ہو رہی ہے۔ نا۔!

زیدی : جی آئینی سمجھوتہ ہی کے سلسلہ میں پوچھ رہا ہوں۔

نورالحیے : ظاہر ہے کہ حزب اختلاف کی جہاں عین متفقہ طور پر اس

بات پر حزب اقتدار کو مورد الزام ٹھہرا رہی ہیں کہ اس نے بدعہدی کی۔ اس نے اپنے

مواہد سے انکار کیا اور آئینی سمجھوتے میں جو کچھ بھی تحریر کیا گیا تھا اس کو من و عن
مسودہ آئین میں شامل نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عرب اختلاف یہاں
بھی متفق ہے۔ آئینی سمجھوتے کے وقت بھی متفق تھی اور اب بھی متفق ہے۔
تحویل جائداد۔ زبیدی: جی ہاں! تقریر میں تو ایسا ہی نظر آتا ہے۔
کہ سب بڑے متفق ہیں لیکن میں آپ کی ترجمہ مسودہ آئین اور آئینی سمجھوتے
کی ایک شق کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ مسودہ آئین میں جو جائداد کو بلا
عادیہ تحویل میں لینے کے سلسلہ میں قانون سازی کا اختیار پارلیمنٹ کو دیا گیا ہے
آپ کی جماعت کا موقف اس سلسلہ میں کیا ہے؟

نورالحی: میری جماعت کا موقف بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ جائداد
غیر قانونی ذرائع سے حاصل کی گئی ہو یا وہ دولت جو غیر قانونی ذرائع سے جمع کی
گئی ہو، اس کو ضبط کر لیا جائے۔

زبیدی: لیکن آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں ایسی کوئی وضاحت
میں کی اور اس کے بجائے یہ مطالبہ کیا ہے کہ جائداد کی ضبطی سے متعلق پورا آرٹیکل
حذف کر دیا جائے۔

نورالحی: آرٹیکل کو اس لئے حذف کر لیا جائے کہ اس آرٹیکل میں حکومت
پر اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر قسم کی جائداد کو ضبط کر لے میں چاہتا ہوں کہ یہاں ایسی
ہو کہ ہر وہ جائداد جو خلاف قانون، غیر آئینی ذرائع اور حرام روزی سے جمع کی گئی ہو
حذف کر لی جائے اور حلال روزی سے کمائی گئی جائداد کو باقی رہنا چاہیے۔

زبیدی: صاحب! نہیں سمجھتا ہوں کہ آپ نے ایسی کوئی وضاحت نہیں کی۔

اگر آپ یہ فرمادیتے کہ ان چیزوں سے تو ہم متفق ہیں لیکن ان سے نہیں ہیں۔

نورانی نے : اختلافی نوٹ میں اتنی زیادہ تفصیل دینے کی ضرورت نہیں تھی، ہم نے اس دفعہ سے اس لئے اختلاف کیا کہ اس دفعہ میں وہ تمام لوگ خواہ ان کی آمدنی حلال ہو خواہ حرام کیسی بھی ہو، سب کو ایک ٹکڑی سے بانٹا گیا ہے۔

اس لئے ہم نے اس دفعہ سے اختلاف

کیا اور کہا یہ دفعہ اس طرح سے ٹھیک نہیں ہے۔ دستور پر جب بحث شروع ہوگی تو ظاہر ہے کہ اسمبلی میں اس میں ترمیم آئے گی اور پھر آپ اس کو ملاحظہ فرمایا کیجئے گا۔

آئین ۵۶۔ زید سے : لیکن اس میں جو دوسری دفعات ہیں ایک میں تو ملکیت کی حد مقرر کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ دوسرے ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی جائیداد کو قبضے میں لینے کا حق دیا گیا ہے باقی جو چیزیں ہیں مثلاً یہ کہ حکومت کوئی املاک جبری طور پر حاصل کر سکتی ہے یا ایسی جائیداد کو تحویل میں لے سکتی ہے جو انسانی زندگی، املاک یا صحت کے لئے خطرہ ہو یا جن کے تحت حکومت ایک خاص مدت کے لئے کسی جائیداد کے نظم و نسق کو اپنی تحویل میں لے سکتی ہے یہ تو ۵۶ ار کے آئین میں بھی شامل تھا۔ لہذا میں نہیں سمجھتا کہ اس معاملہ میں کوئی بڑا انحراف کیا گیا ہے۔

نورانی نے : آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ ۵۶ ار کے آئین میں بھی یہ سب کچھ شامل ہے اس لئے یہاں بھی ہونا چاہیئے۔

زیدی : یہ میں نے نہیں کہا، میں صرف اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ایک نئے مانے میں
۵۶ رکے آئین کی بڑی پر زور سفارش کی جادہی تھی کہ کسی طرح سے نافذ کر دیا جائے۔ مختلف
جماعتوں کے طرف سے۔

نورانی : بہر حال میری جماعت اس میں شریک نہیں تھی۔
زیدی : آپ سے متفق ہونے والی کچھ جماعتیں تو شریک تھیں۔
نورانی : ٹھیک ہے ہوں گی۔ مگر یہ آپ ان سے ہی دریافت کر سکتے ہیں۔
کہ وہ کیوں تفتن تھیں اور کیوں نہیں تھیں۔

انتخابات - زیدی : اچھا صاحب! اسی حزب اختلاف کی بات ہو
رہی تھی کہ حزب اختلاف میں کئی معاملات میں کس حد تک اختلاف ہے، آپ نے آئین
کی منظوری کے بعد انتخابات کو سب سے بڑا مسئلہ قرار دیا ہے اور اس کا تذکرہ
آپ نے اختلافی نوٹ میں اور تقریر میں بھی کیا ہے جب کہ نیپ اور جمعیت علماء اسلام
اس کے حق میں نہیں ہیں تو حزب اختلاف میں اس بارے میں اتفاق رائے کیونکر ہوگا۔
نورانی : یہ بات ابھی ابتدائی مرحلے سے گذر رہی ہے جوں جوں وقت
گذرتا جائے گا اور دستور تیار ہوگا تو آپ دیکھیں گے کہ پورا ملک اس بات کا
مطالبہ کرے گا کہ نئے انتخابات کر لے جائیں۔

زیدی : بہر حال آئینی سمجھوتے سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

نورانی : آئینی سمجھوتے سے بڑا خاص تعلق ہے۔

زیدی : آپ فرماتے ہیں؟

نورانی : آئینی سمجھوتہ کہتا ہے میں نہیں کہتا۔

زیدی: آئینی سمجھوتے پر دستخط کرنے والوں میں مولانا مفتی محمود، جناب غوث بخش
برخوبہ اور شیراز مزاری بھی شامل تھے مگر ان تمام حضرات نے اس مطالبہ سے اختلاف کیا ہے
اس کا مطلب یہ ہوا کہ حزب اختلاف اس معاملے میں بھی پوری طرح متفق نہیں ہے۔

نورانی: دیکھئے! میں ایک بات عرض کروں۔ ہر شخص کا اپنا اپنا خیال ہوتا ہے۔
ممکن ہے کہ اس وقت وہ انتخاب نہ چاہتے ہوں اور کہتے ہوں کہ ٹھیک ہے پہلے دستور
تو بناؤ یہ ایک مقصد ہوا کرتا ہے اور بعض جماعتیں ایسی ہیں جن کا باقاعدہ ایک منظم پروگرام ہے۔
ان کی وسعت نظر ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ملک کے حالات کا تقاضہ کیا ہے وہ اس
وقت کے کہنے کی بعض باتیں بھی کہہ دیتے ہیں اور مستقبل کے کہنے کی بعض باتیں بھی اور بعض
جماعتیں ایسی ہیں جو اس وقت کے کہنے کی باتیں اس وقت کہتی ہیں اور مستقبل کی باتیں
اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھتی ہیں ظاہر ہے وہ آگے چل کر ظاہر کر دیں گی سیاست میں
عام طور پر یہی ہوتا ہے۔

زیدی: تو پھر یہ ہیر پھیر!!

نورانی: اس کو آپ ہیر پھیر یا اختلاف نہ کہیں۔ اس کو آپ یوں کہہ سکتے
ہیں کہ بعض سیاستدان اپنے بعض پروگراموں کو ایک مقررہ وقت کے لئے اپنے
ذہن میں محفوظ رکھتے ہیں اور اس کو مناسب وقت اور حالات کے تقاضے کے مطابق ظاہر
کرتے ہیں اور بعض حضرات اپنے پروگرام پہلے ہی سے ظاہر کر دیتے ہیں تاکہ آئے والے حالات
کا مقابلہ کرنے کے لئے قوم کو ابھی سے تیار کر لیا جائے۔

زیدی: مطلب یہ ہوا کہ یہ سیاسی چال ہے

نورانی: آپ اسے سیاسی چال نہیں کہیں گے۔ یہ تو سیاسی حکمت عملی ہے اور

سیاسی تدبیر، یعنی آپ کو اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ وہ جماعتیں جو ابھی سے انتخاب کا مطالبہ کر رہی ہیں ان کی حال پر بھی نظر ہے اور مستقبل پر بھی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملکی حالات کا تقاضا ہے کہ نئے انتخابات اس آئینی سمجھوتے کے مطابق ہونے چاہئیں اس لئے کہ آئینی سمجھوتے میں دوستو اراکین کی اسمبلی طے کی گئی ہے جبکہ ڈوسو کی اسمبلی مقرر کی گئی ہے تو اس کو پورا کرنا چاہیے۔ لیکن پُر کی جائے گی ۵ سال بعد تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آئین پر عملدرآمد ۵ سال بعد ہوگا۔ جبکہ آئینی سمجھوتے میں یہ نہیں لکھا۔ تو کیا یہ سمجھوتے سے انحراف نہیں ہے؟

زیدی: انحراف آپ فرما رہے ہیں۔ دوسری جماعتیں اسے انحراف نہیں سمجھ رہی ہیں۔

نورالحی: ممکن ہے دوسری جماعتیں نہ سمجھ رہی ہوں۔ بہر حال یہ آپ کا خیال ہے۔

زیدی: اور جب آپ حال اور مستقبل پر نظر رکھنے کی بات کہہ رہے ہیں میں سمجھ رہا ہوں کہ اس سے بہر حال اس قوم کو تو بہت زیادہ خوشی نہیں ہو رہی۔ نورالحی: قوم کو بڑی خوشی ہوگی۔ قوم کو ایسے سیاسی رہنماؤں کی ضرورت ہے جن کی حال پر بھی نظر ہو اور مستقبل پر بھی، جو ماضی سے سبق لیں۔

اسلامی دفعات۔ زیدی: اسی سلسلے میں، آئینی اسلامی دفعات پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مسودہ آئین میں شامل اسلامی دفعات کو زیادہ موثر بنانا چاہتے ہیں جب کہ نیپ اس پہلو کو زیادہ لائق توجہ نہیں سمجھتی۔

نورالحی: میرے خیال میں نیپ نے اس آئینی سمجھوتے پر دستخط کئے ہیں،

انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ اسلام کو ایک موثر اور فعال قوت کی حیثیت سے اس ملک میں نافذ کیا جائے۔

زیدی :- یہ میں نے سوال کیا تھا ان سے۔

نورانی :- انہوں نے آئینی سمجھوتے سے اتفاق کیا ہے۔

زیدی :- مسودہ آئین میں جو کچھ دفعات شامل کی گئی ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کا یہ کہنا کہ یہ سمجھوتے سے اخراج ہے اور اس میں سمجھوتے کی روح مسخ کر دی گئی ہے جب کہ نیپ جو بعض دورے معاملات پر متفق نہیں ہے وہ اپنے طرز عمل سے ثابت کرتی ہے کہ ٹھیک ہے۔ میں آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کس کس کو اور کس طرح سے مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے۔ آپ کے خیال میں مسودہ آئین یا کسی آئین کی منظوری کے لئے صد فی صد اتفاق رائے ضروری ہے اور یہ ممکن ہے؟

نورانی :- کس کو، کہاں اور کس طریقہ پر متفق کیا جائے اس کی ضرورت نہیں۔ ۱۷ صفحہ کا جو آئینی سمجھوتہ ہے اور اس میں جس قدر دفعات ہیں اس کی ایک ایک دفعہ پر عمل کر لیا جائے۔ سارا اختلاف یہی ہے کہ آئینی سمجھوتے پر عمل نہیں ہو رہا۔ آئینی سمجھوتے میں کل ۴۵ دفعات ہیں ان پر اتفاق کر لیا جائے بس اس کی روح برقرار رہے گی۔

قومی اسمبلی - زیدی :- میں نے عرض کیا ہے کہ آئینی سمجھوتہ پر دستخط کرنے والوں میں سے ایک جماعت اس سے مطمئن ہے وہ کہتی ہے کہ اس پر عمل

ہوا ہے جب اختلاف رائے کی یہی بات رہی تو اس کی تشریح و تعبیر کا اختیار قومی اسمبلی کو دے دینا چاہیے کہ اس پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں۔

نورانی: قومی اسمبلی کو اختیار دیا جائے گا لیکن چونکہ اس سے قبل ہی مباحثہ شروع ہو گیا ہے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کا آغاز ہو گیا ہے اور اسی لئے آپ کو ضرورت بھی پیش آئی کہ یہاں سب کو دعوت دی جائے تاکہ ہر پارٹی اپنا نقطہ نظر بیان کرے، عوام کو اس سے سمجھنے میں آسانی ہوگی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ کس نے اور کس کس مقام پر بد عہدی کی ہے اور جہاں تک قومی اسمبلی کا تعلق ہے تو وہاں پر جماعت اپنے VIEWS و نظریات کو ظاہر کرے گی۔

زیدی: مسودہ آئین پر ان دنوں بے شمار ایسے اعتراضات بھی اٹھائے جا رہے ہیں جن کا اس سے پہلے کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا۔ آئینی سمجھوتے اور اس کے مندرجات سے بھی انکار کا کوئی تعلق نہیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ طریقہ کار مناسب ہے اور کیا آئین اسمبلی کے باہر ہی مرتب ہو جانا چاہیے؟

نورانی: تمام آئین تو ظاہر ہے اسمبلی کے باہر مرتب ہو ہی نہیں سکتا یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ آئین کے لئے چند رہنما اصول یا ایسی باتیں جو انتہائی اہم ہیں اور جن کے متعلق امکان ہے کہ وہاں اختلافی نقطہ نظر ہوگا۔ اتفاق کر لیا جائے تو بہت اچھا ہے۔

مفتی محمود: **زیدی:** مولانا صاحب آپ نے مسودہ آئین پر جو اختلافی

نوٹ لکھا تھا اس پر JUI کے مولانا مفتی محمود نے بھی دستخط کئے تھے لیکن انھوں نے آپ کے نوٹ کے پیرا گراف ۸، ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ سے اتفاق نہیں کیا تھا آپ وضاحت

فرمایں گے کہ اس کا سبب کیا تھا۔ ؟

نورانی نے : یہ تو آپ انہی سے دریافت فرمائیے گا۔

زبیدی : جب ایک مشرکہ دستاویز لکھی جاتی ہے اور اس پر دو آدمی دستخط کرتے ہیں اور ایک کہتا ہے کہ میں یہاں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ تو کوئی تو بات ہوئی ہوگی۔ ؟

نورانی نے : چونکہ یہاں وہ بھی تشریف لائے والے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے انہیں دعوت دی ہوگی تو ان سے آپ دریافت فرمائیے گا۔ وہ اچھی طرح اس کی وضاحت کر سکیں گے۔

زبیدی : تو اگر میں آپ سے یہ عرض کروں کہ یہ سمجھوتہ ان باتوں کے لئے کیا گیا تھا کہ ان ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام قائم کیا جائے (ان صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دی جائے۔

نورانی نے : اسلام کو اس ملک میں بالادستی حاصل ہو، نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رائج کیا جائے۔

زبیدی : اور جمہوری اداروں کے فروغ کا اہتمام کیا جائے۔

نورانی نے : (مزید وضاحت کرتے ہوئے) عدلیہ کو مکمل آزادی دی جائے۔

زبیدی : تو اگر میں کہوں کہ سمجھوتے کی پوری طرح پابندی کی گئی ہے۔ صرف تفصیلات میں اختلاف ہو سکتا ہے اور اس کے لئے صریح بدعہدی یا صریح وعدے سے مکر نے کا الزام لگانا کچھ زیادتی ہے تو اس بار سے میں آپ کی

کیا رائے ہے۔

نورانی: سب سے بڑی شکایت تو یہی ہے کہ اگر کہیں تفصیلات میں اختلاف ہوتا تو بد عہدی کا الزام نہیں لگ سکتا تھا یہاں سب سے زیادہ روزانہ تو اس بات کا ہے کہ حکمران جماعت نے جو بنیادی اصول طے کئے تھے ان سے انحراف کیا ہے تعبیر و تشریح سے اختلاف نہیں کیا۔ سب سے زیادہ دکھ کی بات یہی ہے اور بد عہدی کا الزام اسی لئے لگایا گیا ہے کہ یہاں طے شدہ بنیادی اصولوں سے انحراف کیا گیا ہے۔ تعبیر و تشریح کا اختلاف تو ہمیشہ ہی چلتا رہے گا عدالت میں۔

طریقہ انتخاب

زیدی: آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں جداگانہ انتخاب کے ایک بنیادی مسئلہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ واقعی بنیادی مسئلہ تھا تو آپ نے اسے سمجھوتے میں شامل کرنا کیوں ضروری نہیں سمجھا۔

نورانی: دیکھئے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو آئینی سمجھوتے میں شامل نہیں ہیں لیکن دستور کا مسودہ تیار کرنے کے وقت ۲۸۰ دفعات اسی لئے بنی ہیں کہ بہت سی چیزیں جو وہاں شامل نہیں ہوئیں یہاں ہو گئیں۔ یہی بات ہم دوسری طرح سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ آئینی سمجھوتے میں تو صرف ۲۵ دفعات تھیں پھر ۲۸۰ آپ نے کیسے کر دیں۔

گھنٹہ گھر زیدی: دیکھئے صاحب نظام حکومت کی بات ہے اس میں ایک

صدارتی نظام ہوتا ہے دوسرا دفاتی پارلیمانی کیا مسودہ آئین پارلیمانی نظام پر مبنی ہے؛
تفصیلات سے قطع نظر۔

نورانی: زیدی صاحب میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں مسودہ دستور کا
پارلیمانی نظام اس قسم کا ہے کہ شاہد اس کی نظیر تاریخ میں کہیں نہ ملے اس لئے کہ
اس پارلیمانی نظام میں وزیر عظم کی ذات کو اتنا عظیم بنا کر رکھ دیا گیا ہے کہ اس کے
گروپور پاکستان گھومتا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اس کی ذات ایسا محور ہے کہ گھوم
پھر کر سب وہیں پہنچ جاتے ہیں۔ یا اگر ایک گھنٹہ گھر بنا دیا جائے جیسا کہ لائلپور
شہر کے بیچ میں ہے آپ کسی بھی استے سے نکلے ہوئے چلے جائیں گھنٹہ گھر پر
پہنچ جائیں گے۔ اسی طرح اس دستور میں وزیر عظم کو ایک گھنٹہ گھر بنا دیا گیا ہے
اور گھوم پھر کر ساری مشینری خواہ وہ عدلیہ ہو۔ انتظامیہ کی ہو۔ صدارت کی ہو۔
پارلیمنٹ کی ہو۔ اسمبلی کی ہو یا ٹریڈ یونین کی سب گھوم کر ہر طرف آ جاتی ہے۔ جو
اصل میں پارلیمانی روح کے منافی ہے۔

زیدی: ملک میں آخر کسی کو تو تمام معاملات میں انتظامیہ کا سربراہ
بنانا ہوگا۔ اور وہ عوام کا منتخب نمائندہ بھی ہوگا، تو مرکزیت پیدا کرنے کے لئے
اپ کوئی تو ایک علامت اس میں رکھیں گے وہ کون ہونا چاہیئے؟

نورانی: پارلیمانی نظام میں عام طور پر مرکزیت کی علامت صدر ہوتا
کرتا ہے اور انتظامیہ کے اختیارات وزیر عظم کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، عدلیہ
آزاد ہوتی ہے اور الیکشن کمیشن اپنی جگہ آزاد ہوتا ہے۔ وزیر عظم کا عدلیہ سے براہ
راست کوئی تعلق نہیں ہوتا یعنی وزیر عظم جس عدلیہ کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔ انتظامیہ

کو عدلیہ پر ہرگز بالادستی حاصل نہیں ہوتی اور ان تمام فنکشن کی نگرانی کے لئے۔
زید سے : رات کاٹتے ہوئے، میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ
صاحب اس میں انتظامیہ کو کہاں بالادستی دی گئی ہے۔ عدلیہ پر یا الیکشن کمیشن

پُورانی : جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس
کے انتخاب کے بعد اگر سپریم کورٹ میں کسی قسم کی بدعنوانی ہوتی ہے تو
سپریم جڈیشنل کونسل SUPREME JUDICIAL COUNCIL کے بجائے پارلیمنٹ
کو یہ حق دیا گیا ہے کہ بحث و مباحثہ کے بعد کثرت رائے سے عدلیہ کے کسی
بھی رکن کو نکال سکتی ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ عدلیہ ایک سیاسی جماعت کے
ماتحت ہو گئی جس کو کہ اکثریت حاصل ہے۔

پابند صدر : زید سے : میں آپ سے بڑے ادب سے عرض
کروں گا یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ پارلیمنٹ کو اس طرح کا حق دیا گیا ہے
اس سے پہلے ہمارے یہاں ۵۶ کے آئین میں بھی یہی گنجائش موجود تھی اس
سلسلہ میں متعلقہ دفعہ سے متعلق مسودہ آئین کے آرٹیکل ۷۷ میں کہا گیا
ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر صدر کرے گا اور باقی
ججوں کا تقرر صدر ان تین ناموں میں سے کرے گا جن کی سفارش چیف جسٹس
کرے گا۔ گویا یہ اختیار بھی چیف جسٹس کو حاصل ہے ۵۶ کے آرٹیکل ۱۴۹
میں ہے کہ چیف جسٹس کا تقرر صدر کرے گا اور باقی ججوں کا تقرر صدر

چیف جسٹس کے مشورے سے کرے گا۔ یعنی ۵۶ کے آئین میں صدر کو مشورہ قبول کرنے کا پابند نہیں بنایا گیا تھا جب کہ موجودہ مسودہ آئین میں چیف جسٹس جو تین نام دے گا انہیں میں سے ایک کو صدر منتخب کرے گا۔ یہ تو تقرر کی بات ہو گئی۔ جہاں تک علیحدگی کا سوال ہے آپ کا کہنا ہے کہ اس طرح سیاست دانوں۔

نورانی نے: ذریعہ صاحب کے سوال کو طول دینے سے روکتے ہوئے (پہلے سوال کا جواب دے دوں پھر آپ کا دوسرا سوال آئے گا۔ عدلیہ کے سلسلے میں آپ نے جو پہلی بات کہی ہے کہ صدر عدلیہ کے سربراہ کو مقرر کرے گا۔ اور وزیراعظم کا اس سے کوئی تعلق نہیں تو محترم صدر کی صوابدید (DISCRETION) پر نہیں ہے کیونکہ صدر کو اصل میں مکمل طور پر وزیراعظم کا پابند بنا دیا گیا ہے۔

زیدی: وہ تو آپ ہی نے بنایا ہے آئینی سمجھوتے میں کہا گیا ہے کہ صدر مکمل طور پر پابند ہوگا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس کا پس منظر کیا تھا اور آپ نے کیوں ایسا کیا۔ البتہ میں یہ تصور کر سکتا ہوں کہ اس سے پہلے اس ملک میں جمہوری اداروں کے ساتھ صدر یا گورنر جنرل جو کچھ کرتے رہے ہیں اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے یہ دفعات رکھنی ضروری سمجھی ہیں تاکہ عوام کے براہ راست منتخب نمائندوں کو زیادہ با اختیار بنایا جائے اب آپ کو اسی پر اعتراض ہے؟

نورانی نے: مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ جب یہ فرما رہے ہیں

تو ساتھ ساتھ اس شوق پر بھی نظر رکھیں کہ جہاں تک عدلیہ کا تعلق ہے اس پر وزیراعظم
کو بالادستی حاصل نہیں ہوگی اس میں کوئی شک نہیں کہ صدر وزیراعظم کے
مشورے کا پابند ہوگا لیکن آئینی سمجھوتے میں عدلیہ کی بالادستی والی شوق بھی
اس کے ساتھ ساتھ الگ رکھی گئی ہے۔

“THE JUDICIARY ELECTION COMMISSION
SHALL BE INDEPENDENT OF THE EXECUTIVE.”

”آپ نے غور کیا! اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وزیراعظم اس سلسلہ
میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔“ صدر اپنی صوابدید پر تجویز کا تقرر کرے گا اور
الیکشن کمیشن بنائے گا۔

زید علی: آپ متعلقہ دفعہ میں صرف اپنی صوابدید کے مطابق یہ بڑھانا
چاہتے ہیں کہ صدر اپنی صوابدید پر۔

آزاد عدلیہ: نورانی: صدر اپنی صوابدید پر اپنی رائے اور اپنے
اختیارات کو استعمال کرے جیسا کہ آئینی سمجھوتے میں کہا گیا ہے۔
عدلیہ اور الیکشن کمیشن کی آزادی برقرار رکھنے کی صورت یہ ہے
کہ ان کا تقرر براہ راست صدر اپنے اختیارات خصوصی
سکریے کا جب کہ یہاں وزیراعظم کے تحت کر دیا گیا ہے۔

زید علی: اس میں جو الفاظ ہیں وہ تو صدر کے تحت ہیں اور آپ اس
کو (INTERPRET) (توضیح) کر رہے ہیں۔ چونکہ آئینی سمجھوتے میں صدر

وزیراعظم کے مشورے کا پابند ہوگا۔ اس لئے یہاں میں علیحدگی والی مشق آپ کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں۔ ۵۶ کے آئین میں ہائیکورٹ کانج اس بنا پر الگ کیا جاسکتا ہے کہ سپریم کورٹ صدر کے استفسار پر کسی جج کے بارے میں برے رویہ یا ذہنی یا جسمانی معذوری کی بناء پر اسے علیحدگی کا مستحق قرار دیدے۔ اسی طرح آئیکل اے ۱۵۱ میں کہا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کانج صدر کے حکم سے الگ کیا جاسکے گا۔ بشرطیکہ قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت اس سے درخواست کرے اور موجودہ ارکان کی سہ تعداد اس کے حق میں ووٹ دے تو یہ نئی دفعہ نہیں ہے موجودہ مسودہ آئین میں فرق یہ ہے کہ سپریم جوڈیشنل کونسل صدر یا.....

نورانی: یہ آپ ۵۶ کے آئین کا حوالہ دے رہے ہیں۔ میں ۵۴ کا حوالہ دینا شروع کر دوں گا اگر آپ تمام وساتیر کا مطالعہ کریں جو اس ۲۵ سال کے عرصہ میں اس ملک میں بنتے رہے اور بگڑتے رہے، تو ان میں آپ ملاحظہ کریں گے کہ عدلیہ کے اختیارات کو مسلسل ہر دستور میں کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس دستور میں خاص طور سے کی گئی ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ موجودہ مسودہ آئین میں مینسٹریٹر اور ٹریبونل پر عدلیہ کو بالکل اختیار ہی نہیں۔ یہ کیسی آزادی ہے کہ عدلیہ کو پاکستان میں اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کا اختیار ہی نہیں۔

JUDICIAL COURTS اور COURTS پر فیصلہ نافذ نہیں کر سکتی۔

زیدی: میں اگر یہ عرض کروں کہ ایڈمنسٹریٹر کورٹس اور ٹریبونل

جو ہیں وہ ہماری عدلیہ ہی کا حصہ ہیں تو ... ۶
نورانی نے :- ٹریبونل اور ایڈمنسٹریٹو کورٹس عدلیہ ہی کا ایک حصہ ہیں!!
بہت خوب!! اگر عدلیہ ہی کا ایک حصہ ہیں تو عدلیہ کا ایک حصہ تو ہائی کورٹ
بھی ہے لیکن ہائی کورٹ میں اگر کسی کے خلاف کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو اس کی
اپیل سپریم کورٹ میں ہو سکتی ہے لیکن یہاں یعنی ایڈمنسٹریٹو کورٹس اور ٹریبونل
کے فیصلوں کے خلاف اپیل کرنے کا حق ہی نہیں دیا گیا۔ مطلب یہی ہوا کہ یہ عدلیہ
سے باہر ہے۔

زبیدی :- یہ تو خاص مقاصد کے لئے قائم کی جائیں گی اور اس میں
ایسی کوئی خاص بات نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ معاملات کے جلد تصفیہ کے لئے شاید ...
نورانی نے :- جس مقصد کے لئے بھی قائم کی جائیں اس کو سپریم کورٹ کے
ماتحت ہونا چاہیے کسی بھی سٹیری کو اس بات کا حق ہے کہ اگر کسی عدالت نے اس
کے خلاف کوئی فیصلہ دیا ہے اور اس فیصلہ سے مطمئن نہیں ہے تو عدالت عالیہ
سے مطمئن نہیں ہے تو عدالت عظمیٰ میں اپیل کرے دونوں عدالتوں میں سے کسی
جگہ تراپیل کا حق دینا چاہیے تاکہ وہ مطمئن ہو سکے۔

اسلامی کونسل :- زبیدی : بہت بہتر جناب

اچھا اسلامی نظریات کی کونسل کا آپ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ
بالکل غیر موثر ادارہ ہے، میں صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا دستور کی
آرٹیکل ۲۲۷ پارلیمنٹ کو پابند نہیں کرتی کہ کوئی قانون قرآن و سنت کے

منافی نہیں بنایا جائے گا۔۔۔ تمام موجودہ قوانین کو اسلامی تعلیمات کے ڈھانچے میں ڈھالا جائے گا۔ جب کہ یہ آئین پابند کرتی ہے تو پھر آپ نے اسلامی دفعات کو غیر مؤثر کیوں کہا ہے؟ اور کیا یہ دفعہ اس کی ضمانت نہیں دیتی؟ نورانی: آئینی سمجھوتے کی یہ دفعہ تو ضمانت دیتی ہے لیکن اگر آپ مسودہ دستور دیکھیں تو اس میں ضمانت نہیں ملتی۔

زبیدی: میرا تو خیال ہے اسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تو دیکھا ہے۔

نورانی: اور اچھی طرح سے پڑھ لیجئے اور آپ دیکھئے ایک طرف تو لکھا ہے

کہ - ALL EXISTING LAWS SHALL BE BROUGHT
IN CONFORMITY WITH THE INJUNCTION
OF ISLAM AS LAID DOWN IN THE HOLY QURAN
AND SUNAH. IN THIS PART REFER TO THAT INJUNCTION
OF ISLAM AND NOW HOW SHALL BE ENACTED
WHICH IS REPUGNANT TO SUCH INJECTION."

اور یہ گارنٹی دی گئی ہے کہ مگر آگے چل کر دیکھیں کہ وہاں گورنر، وزیر اعظم اور صدر مملکت کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ جس قانون کو چاہیں کونسل آف اسلامک ایڈیالوجی کو REFER کر دیں مگر اس درمیانی مدت میں جب کہ اس قانون کو پاس کرنے کی ضرورت پیش آرہی ہو تو بغیر اسلامک کونسل کے فیصلے کا انتظار کئے ہوئے اس کو نافذ کر سکتے ہیں۔ اس طرح خلاف اسلام قانون کو نافذ کر دیا گیا۔ گویا

ایک طرف ضمانت دی گئی ہے مگر دوسری طرف دوسرے ہی ہاتھ سے واپس بھی لے لی گئی ہے۔ آپ اس کی پوری دفعت کو پڑھیں۔

زید کے: جیائیں نے پوری دفعت پڑھی ہیں اس میں یہ کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ آپ قرآن و سنت کے منافی قوانین کو عدالت میں چیلنج نہیں کر سکیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں ایک طریقہ کار طے کیا گیا ہے جو اسلامی نظریہ کی کونسل کو REFER کرنے سے متعلق ہے اس کے لئے آئینی سمجھوتے میں آپ نے خود ہی شرط رکھی تھی کہ ایک کونسل بنائی جائے گی جو مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے میں مدد دینے کے لئے مناسب اقدامات کرے گی۔ اس کے علاوہ آرٹیکل ۲۲۷ بھی ایک موثر ضمانت ہے۔

نورانی: ذرا غور فرمائیے آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کی تردید خود بخود ہو جاتی ہے۔

WHERE OF A PARLIAMENT A PROVINCIAL ASSEMBLY
THE PRESIDENT OR THE GOVERNOR, AS THE CASE
MAY BE CONSIDER, THAT IN THE PUBLIC INTREST,
THE MAKING OF THE PROPOSED LAW, IN REACTION
BE
TO WHICH A QUESTION AROSE, SHOULD NOT POSTPONE
UNDER THE ADVICE OF THE ISLAMIC ^{CON} IS FURNISHED
THE LAW MAY BE MADE BEFORE THE ADVICE
FURNISHED.

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قانون کتاب و سنت کے خلاف بنا دیا جائے گا۔

زبیدی: اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے۔

نورانی: BEFORE THE ADVICE IS FURNISHED

کا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی نظریہ کونسل کی تحریری اجازت آنے سے پہلے کوئی قانون خواہ وہ قرآن و سنت کے منافی ہو بنا دیں گے۔

زبیدی: قرآن و سنت کے منافی قانون بنانے کی کہیں بات نہیں کی گئی

صرف URGENCY کی بات ہے۔

نورانی: اس کا صاف مطلب ہے کہ URGENCY میں خلاف

کتاب و سنت قانون بنائے جاسکتے ہیں یہ تو اور بھی بدتر بات ہو گئی۔

زبیدی: ابھی یہ طے ہی کہاں ہوا کہ یہ قرآن و سنت کے منافی ہے

نورانی: اسلامی نظریہ کونسل کو REFER کرنے کا مطلب یہ

ہے کہ اس میں شک تھا کہ یہ قرآن و سنت کے منافی ہے۔

زبیدی: جس شک تھا۔

نورانی: تو پھر اس شک کو رفع کیوں نہیں کیا گیا۔ انتظار کے بغیر اس

قانون کو پاس کر لیا گیا یہ کیا بات ہے۔

زبیدی: جب اسلامی نظریہ کی کونسل یہ کہہ دے کہ فلاں قانون

قرآن و سنت کے منافی ہے تو کیا آپ کے خیال میں وہ قانون اس ملک میں ایج

و نافذ رہ سکتا ہے۔

نورانی: نہیں رہنا چاہیئے، مگر کوئی ضمانت اس میں نہیں دی گئی ہے۔

کورٹ میں چیلنج۔

زبیدی۔ دفعہ ۲۷ کے تحت آپ چیلنج کر سکتے ہیں۔

نورانی: چیلنج کہاں کریں گے؟

زبیدی: کورٹ میں۔

نورانی: چیلنج کورٹ میں۔!! نہیں صاحب

زبیدی: اس میں بھی کہیں نہیں کہا گیا کہ آپ نہیں کر سکتے۔

نورانی: آپ دیکھ لیں گے بالکل دیکھ لیں گے۔ وضاحت کے ساتھ

مام طریقہ کار۔۔۔۔۔

زبیدی: قانون سازی کا طریقہ کار!!

نورانی: آپ ذرا غور کیجئے۔

"AFFECT SHALL BE GIVEN TO THE PROVISION OF
CLAUSE I ONLY IN THE MANNER PROVIDED
IN THIS PART."

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قانون سازی جو کتاب و سنت کے خلاف ہے

اس کو کورٹ میں چیلنج نہیں کر سکتے۔ اس کو چیلنج کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے۔

زبیدی: اس میں چیلنج کرنے کا کہیں ذکر نہیں ہے میں نے اچھی طرح

پڑھا ہے صاحب۔

نورانی: اس کو مؤثر کس طرح بنایا جائے گا۔

زبیدی: جو طریقہ کار یہاں ہے کہ اسلامی نظریہ کی کونسل کو بھیجا جائیگا۔

بس اس کا طریقہ کار یہی دیا گیا ہے۔

نورانی: اس کے علاوہ تو کوئی اور طریقہ کار نہیں ہے۔

زیدی: جی ہاں! کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔

نورانی: وہی بات میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، اچھا ہوا آپ

مان گئے۔ دیکھ لیجئے اور غور فرمائیے،

CLAUSE I

میں ہے کہ:-

“ALL THE EXISTING LAWS SHALL BE BROUGHT IN CONFORMITY
WITH THE INJUNCTION OF ISLAM, AS LAID DOWN IN THE HOLY QURAN
AND SUNAH”

زیدی: یہ آئین کا حصہ ہے نا!!

نورانی: ہاں یہ آئین کا حصہ ہے۔

زیدی: آئین کے کسی حصہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اس کی تعبیر و تشریح

کے لئے آپ اس کو کورٹ میں لے جاسکتے ہیں۔

نورانی: جاسکتے ہیں، لیکن یہاں یہ پابند کر دیا گیا ہے کہ نہیں جاسکتے۔ دیکھئے!!

اس قانون کو نوٹز بنانے کے لئے یہاں یہ پابندی لگا دی گئی ہے کہ اس پارٹ کے اندر

دیئے ہوئے طریقہ کار کے مطابق ہی چلنا ہوگا۔ ورنہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ کھلا چھوڑ دیتے۔

زیدی: قانون سازی کے طریقہ کار میں بتایا گیا ہے کہ جب آپ قانون

بنائیں گے تو اس کو قرآن و سنت کے مطابق بنانے کے لئے کیا کریں گے (شک کی صورت

میں) پہلے آپ اسلامی نظریہ کو REFOR کریں جس میں علماء، جج اور ماہرین

اقتصادیات ہوں گے۔ اور وہ مشورہ دیں گے کہ ”آپ اس کو کس طرح قرآن و سنت

کے مطابق بنا سکتے ہیں۔“ بس، اس کے لئے یہی شرط رکھی گئی ہے اور اس میں کہیں

یہ نہیں ہے کہ صاحب -

نورانی : یہ تو آپ ذاتی طور پر اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں -
میں اپنی ذاتی رائے نہیں دے رہا میں وہ بات کہہ رہا ہوں کہ
جو میں نے امتین کے بناتے وقت اور مسودہ دستور تیار کرنے کے وقت سنی ہے
اور اس کے مطالعہ کے بعد مجھ پر واضح ہوئی ہے -

زیدی : رچرچرٹس انداز میں ابہر حال مجھ پر بھی مطالعہ ہی سے واضح ہوئی ہے -
نورانی : آپ غور کیجئے کہ
” POERENTIVE DETENTION “
میں کسی شخص کو اگر نظر بند کیا گیا ہے یہاں وہ کسی بھی جرم کے سلسلہ میں ہو تو وہ کورٹ کے
سامنے پیش ہوگا - اس کا یہ طریقہ کار معین کیا گیا ہے - یہاں بھی ایک طریقہ کار متعین کر دیا
گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قانون اسلامک آئیڈیولوجی کونسل کے پاس بھیجا جائیگا -
مگر کتاب و سنت کے خلاف جو قانون پارلیمنٹ بنا رہی ہے وہ پاس بھی کرے -
اور کونسل کے فیصلے کا انتظار بھی نہ کرے اور جس وقت چاہے اس کو نافذ
بھی کر دیا جائے تو کتاب و سنت کے خلاف قانون تو نافذ ہو ہی گیا - کوئی
ضمانت ہی نہیں ہے -

زیدی : میرا خیال ہے کہ ضمانت ہے -

نورانی : اس میں کوئی ضمانت نہیں ہے -

زیدی : اچھا بہت بہت شکریہ -

نورانی : بہت شکریہ -

اسلام و ختم نبوت کے پہلے آواز

اسلمی میں مولانا نورانی کا نعرہ حق

” ۱۱ اپریل ۱۹۷۹ء کو قونسل اسمبلی کے پہلے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے اسلام و ختم نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز بلند کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ نعرہ حق بلند فرمایا۔ کہ

”موجودہ آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سما کر پیش کر دیا گیا ہے۔ اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔ میں اس دستور و اس معزز ایوان کے لئے قابل قبول نہیں سمجھتا ہوں۔ اور میں اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں۔ اگر اس دستور کو نافذ ہی کرنا ہے تو وہ دفعات جو اس کے اندر اسلام کے متعلق ہیں۔ ان دفعات کے متعلق کسی کمیٹی کے سامنے میں بیان دے سکتا ہوں۔ بہت سے یہاں عالم موجود ہیں۔ وہ بھی بیان دیں گے۔ اسلام کے مطابق دستور کی دفعات بنانے میں تعاون کریں اور ان دفعات کی تصحیح کی جائے جو اسلام کے خلاف ہیں۔ پھر اس عارضی دستور میں ترمیم کر دی جائے، تب یہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے، پاکستان کا صدر مسلمان ہو گا بلکہ مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے۔ اس ملک میں اسلام کے بدترین قسم کے دشمن موجود ہیں وہ مسلمان بن کر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور پھر دروازے سے حکومت کرنے کے لئے وہ یہاں آسکتے ہیں۔ میں مسلمان کی تعریف کر دوں گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر یقین رکھتا ہو مسلمان ہے ورنہ کفر الی

قادیانی ہے اس قسم کی تعریف اور پابندی اس کے اندر موجود نہیں ہے۔ مداخلت۔ (کسی ممبر کی جانب سے)
مولانا نورانی۔ جناب صدر، میں نے سوشلسٹ نہیں کہا ہے میں نے کمیونسٹ کہا ہے،
اگر کوئی کمیونسٹ ہے تو وہ بھی صدر مملکت بننے کے قابل نہیں ہے۔ سوشلسٹ اگر کمیونسٹ
ہے تو وہ بھی اس قابل نہیں ہے۔

مداخلت۔ (کسی ممبر کی جانب سے)

مولانا نورانی۔ میں عرض کر رہا تھا وہ یہ ہے کہ دستور میں مسلمان کی تعریف نہیں ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ ماننے والا ہمارے نزدیک مسلمان نہیں ہے اور جو
لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے ہم ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو پھر یہ
کیسے چلے دروازے سے آکر اسلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں۔ اور تباہی کا سامان پیدا کر سکتے
ہیں۔ میں وزیر قانون کی خدمت میں عرض کروں گا کہ دستور جو ہو وہ اسلام کے مطابق ہو
یہ آئین وزیر قانون کے نزدیک صحیح ہو سکتا ہے اور مکمل ہو سکتا ہے، مگر ہم اس میں
ترمیم (AMENDMENT) کرنے کے بغیر اسے ٹھیک نہیں سمجھتے۔ اسے
بڑا خوشنما بنا کر ہمارے سامنے بجا کر رکھا گیا ہے اس میں صرف خوشنمائی ہی ہے۔ مگر کام کی
بات نہیں رکھی گئی۔ اور اس کے اندر اسلامی روح موجود نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی روح کو مسخ
کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(روداد قومی اسمبلی مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۱۸-۱۱۹)

مسلمان کی تعریف پر کوثر نیازی کا اختلاف

”علماء میں جو اختلافات موجود ہیں۔ ان کی بنا پر ایک عالم دوسرے عالم سے مسلمان

کی تعریف میں متفق نہیں ہے۔ میں اس وقت بھی یہاں چیلنج کرتا ہوں کہ علماء مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف اس ایوان کے سامنے پیش کریں۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ ان کے جتنے ارکان یہاں بیٹھے ہیں وہ باہم مل کر مسلمان کی کوئی ایک تعریف ہمارے سامنے پیش کریں ہم انہیں پندرہ منٹ دینے کے لئے تیار ہیں وہ ایک ساقد مبیحہ جامیں اور مسلمان کی کسی ایک تعریف پر مستعد ہو جائیں ہم اسے منظور (ACCEPT) کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آج بھی ان کے اندر باہمی اختلاف ہوگا۔ اور وہ صحیح طور پر مسلمان کی کوئی ایک تعریف نہیں کر سکیں گے۔“

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کا قبول چیلنج

جمعیتہ العلماء پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے کوئٹہ کی چیلنج قبول کرتے ہوئے فرمایا۔

- میں اپنی جماعت کی طرف سے اس بات کو قبول کرتا ہوں (ایضاً صفحہ ۱۴۱)
- ہم چاہتے ہیں کہ اجمالی طور پر اور اختصار کے طور پر مسلمان کی تعریف اس آئین میں آجائے تاکہ جو لوگ اس لفظِ مسلم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور لفظِ اسلام کی تعریف میں نہیں آتے ہیں۔ ان کے لئے اس لفظ سے استفادہ کرنے کا سدباب ہو جائے (مداخلت — کسی ممبر کی جانب سے)

علامہ ازہری: میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اجتماعی طور پر تحقیقی تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔ مسلمان کی تعریف کے سلسلہ میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے، گورنر جنرل غلام محمد کے زمانے میں علماء نے متفقہ طور پر بائیس نکات پیش کر رکھے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء میں اختلاف نہیں تھا۔“

” اور جو صلیح مولانا کوثر نیازی صاحب نے دیا ہے۔ ہم اس کو قبول کرتے ہیں۔ اور
علمائے نزدیک مسلمان کی متفقہ تعریف پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔“ (صفحہ ۵۲)
مسلمان کی تعریف۔ اسمبلی کا اجلاس رات کو کافی دیر کے بعد ختم ہوا۔ تو
مولانا شاہ احمد نورانی کے گھر میں کوثر نیازی کے چیلنج سے نمٹنے کے لئے مولانا عبد الستار
نیازی مولانا محمد علی رضوی حضرت مولانا غلام علی صاحب ادکار ڈوی اور حضرت علامہ عبد المصطفیٰ
ازہری سر جوڑ کر بیٹھے۔ علامہ ازہری نے مسلمان کی مختصر اور جامع تعریف پیش کی جسے سب
نے پسند کیا۔ رات کوئی ۱۲ بجے یہ تعریف لے کر علامہ عبد المصطفیٰ ازہری
جمعیت علماء اسلام کے مولانا عبد الحکیم کے پاس گئے۔ مفتی محمود، مولانا غلام
عنوت ہزاروی، مولانا عبد الحق صاحب اکوڑہ ٹشک نے اس تعریف کو جامع قرار دیا۔ اور
طے ہوا کہ چونکہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری اور مولانا شاہ احمد نورانی تقریر کر چکے
ہیں۔ اور کوثر نیازی کے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے علماء کی طرف سے اتفاق رائے
کا اظہار ضروری ہے۔ اس لئے مولانا عبد الحق صاحب اکوڑہ ٹشک یہ تعریف پیش کریں
جیسا غپہ انھوں نے، اراپرل کو اسمبلی میں یہ تعریف پیش کی جو اسمبلی کی کارروائی کے صفحہ
۴۵۴ پر موجود ہے۔ (کتابچہ مسلمان کی تعریف)

صدر و وزیر اعظم کا حلف

اسلام ختم نبوت کے تحفظ اور مسلمان کی تعریف کے متعلق مجاہد اسلام د
فدائے ختم نبوت مولانا شاہ احمد نورانی کے اس نعرہ حق اور حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب
ازہری کی کوشش و قبول چیلنج اور دیگر علماء کے تعاون کا نتیجہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ اب اسلامی

جمہوریہ پاکستان کے آئین میں ”اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب“
تسبیہ کیا گیا ہے، اور صدر و وزیر اعظم کے حلف میں مسلمان کی تعریف بدیں الفاظ
مذکورہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ خدا اور اس کی آخری کتاب قرآن پاک
پر مجھے پورا یقین ہے۔ اور ان پر مبنی ایمان رکھتا ہوں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
آخری بنی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قیامت کے دن پر، رسول کی
سنت و حدیث پر۔ قرآن پاک کے احکامات پر۔ یہ میں پاکستان کا وفادار رہوں گا۔
(د آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۳۷۳ء ص ۱۳)

الحمد للہ ”مسلمان کی تعریف“ اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور صدر
و وزیر اعظم پاکستان کے حلف میں اس کے شامل ہونے سے ایک طرف کوثر نیازی
جیسے ”وزیر مہلانا“ اور ان کے ہمنیال لوگوں کی چیلنج بازی کا جواب ہو گیا۔ اور دوسری
طرف محدود جمعیوں۔ مرزائیوں، قادیانیوں اور پرویزیوں۔ چکرالویوں کا چوڑا رازہ
سے پاکستان کی صدارت و وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہونے کا راستہ مسدود
ہو گیا۔ آئین ساز کمیٹی کے اجلاس میں بھی مولانا نورانی نے سرکاری مذہب اسلام قرار
دینے کی پہلی آواز بلند کی۔

منظور شدہ ترامیم۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے قومی اسمبلی میں اپنی اس جدوجہد
جہد اور نعرہ حق بلند کرنے کے علاوہ اسمبلی سے باہر بھی متحدہ محاذ کی قوت سے اپنا ان
ترامیم کو منظور کرانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جنہوں نے دستور کا چہرہ بدل کر رکھ دیا۔ ان

منظور شدہ ترامیم کے مطابق ۱۔

د، مملکت کا مذہب اسلام ہوگا (ب، قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہ بنایا جائے گا۔ پہلے سے موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔
ج، دستور کے نفاذ کے ۹ دن کے اندر اندر اسلامی کونسل کی تشکیل ضروری ہوگی۔ کم از کم دو ممبران سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج ہوں گے۔ کونسل کا چیرمین انہی میں سے کسی کو مقرر کیا جائے گا۔

دھ، صوبائی یا مرکزی اسمبلی کی ۲/۳ اقلیت بھی کسی زیر غور قانون کو اسلامی کونسل کے پاس بھیج سکنے کی مجاز ہوگی۔ پہلے یہ حق صرف اکثریتی پارٹی کو حاصل تھا۔
دس، کونسل کا منشورہ موصول ہونے سے پیشتر انتہائی ضروری حالات میں کوئی قانون پاس ہو جائے اور کونسل بعد میں یہ رائے دے کہ یہ قرآن و سنت کے منافی ہے۔ تو اس پر لازماً نظر ثانی کی جائے گی۔ کونسل کی آخری رپورٹ وصول ہونے کے ۲ سال کے اندر اندر قومی اور صوبائی اسمبلیاں ان قوانین کو کونسل کے مشوروں کے مطابق قرآن و سنت کے مطابق بنانے کی پابند ہوں گی۔

دس، وہ آرٹیکل حذف کر دیا گیا جس کے مطابق پاکستان کی معیشت کی بنیاد اسلامی سوشلزم قرار پائی تھی۔ (۱۸ ستمبر ۱۹۷۹ء) ۲۸ اپریل ۱۹۷۹ء
عنور فرمایئے! مسلمان کی تعریف کا آئین میں شامل ہونا۔ سوشلزم کا آئین سے حذف کرانا۔ اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کرانا اور دیگر اسلامی جمہوری و نفحات کا منوانا کتنا بڑا تاریخی اور سنہری اسلامی کارنامہ ہے جس کی اولیت کا سہرا مولانا نورانی و جمعیتہ العلماء پاکستان کے سر ہے۔

کامل اسلامی دستور کی مزید جلد و جہد

اسمبلی کے اندر اور باہر اسلام کی سرمنڈی کے لئے ان مسلسل کوششوں اور کامیابیوں کے بارہ دو قومی اسمبلی کے آغاز کی طرح دیگر مکاتب فکر کے مقابلہ میں آئین کی منظوری کے موقع پر آئین میں بعض خامیوں کی بنا پر اسے شمار میں حصہ نہ لے کر کھراپا اپنی انفرادیت و مجاہدانہ عزم کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا نورانی نے یہ اعلان فرمایا۔ کہ جب تک۔

●۔ اسلامی دفعات کو آئینی تحفظ نہ دیا جائے۔

●۔ عائلی قوانین منسوخ نہ کئے جائیں۔

●۔ مسلح افواج کے سربراہوں کے لئے بھی مسلمان ہونے کی شرط نہ لگائی جائے۔

●۔ مسلمانوں کے مرتد ہونے پر پابندی نہ لگائی جائے۔

اسے وقت تک

”دہم موجودہ دستور کو مکمل اسلامی دستور قرار نہیں دے سکتے۔“

اور اس کو مکمل اسلامی دستور بنانے کے لئے ہماری کوششیں جاری رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اسلام زندہ باد۔ ختم نبوت زندہ باد۔ پاکستان پائندہ باد۔

جمعیتہ العلماء پاکستان زندہ باد۔ مولانا شاہ احمد نورانی زندہ باد۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جلے گا

.....

قومی اسمبلی کا آنکھوں دیکھا حال

کس شیر کی آندھے کے رن کانپ رہا ہے

اسمبلی میں مولانا نوزانی کی معرکہ آرائی کا ایک نمونہ

روزنامہ جمہور لاہور ۹ مارچ ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ
دہشتگرد ۹ مارچ کو قومی اسمبلی کے شام کے اجلاس میں دستوری بل پر عام بحث میں حصہ
لےنے والے مقررین کی تعداد اگرچہ زیادہ تھی تاہم میدان جمعیت العلماء پاکستان کے تنظیمی اور
پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نوزانی صدیقی کے ہاتھ رہا۔ سپیکر جو وحری فضل الہی نے نماز
مغرب کے وقفے سے چند منٹ پہلے مولانا نوزانی کا نام پکارا مولانا کی تقریر موضوع
اور متن کے لحاظ سے انتہائی پر متانت اور تاثر انگیز ہونے کے باوجود سارا عرصہ ایوان
مہمقہ زار بنا رہا۔ ایوان کے ماحول میں زعفرانی کیفیت پیدا کرنے میں مولانا کی اپنی جس
مزاح اور حاضر جوابی کا بہت زیادہ دخل تھا ابتدا ہی سے یہ معلوم ہو رہا تھا۔ کہ سرکاری
بچیوں والے مولانا کی تقریر کو مذاق ہی مذاق میں اڑا دیں گے کی کوشش کریں گے لیکن
نوزانی میاں جی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلتے تھے، انہوں نے جو ٹکسی لڑائی اور حقیقت یہ ہے
کہ اپنے حریفوں کو چاروں شانوں پر چت کرادیا۔ اور خدا لگتی بات یہ ہے کہ میدان مار لیا۔
مولانا نوزانی : جب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو سرکاری بچیوں سے ڈبی
دبی زبان میں آوازے کئے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مولانا نے بڑی حیران صوت
بنا کر اور انتہائی شرمیلیا پن اپنے اوپر طاری کر کے سپیکر سے فریاد کی۔ جناب والا

یہ مجھے چھیڑ رہے ہیں۔

حامد حسین۔ مولانا ذرا ترنم سے ویسے بھی اتنی مرصع و مقفح آواز ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

خورشید حسن میر۔ ان کی تقریر کے ترجمے کا انتظام ہونا چاہیے۔

سپیکر۔ میں معزز ممبروں سے درخواست کروں گا کہ وہ مولانا کو کسی گروپ کے بغیر تقریر کرنے دیں۔

خورشید حسن میر۔ جناب والا۔ اصل میں مولانا اب جم نہیں پاتے انہیں پان کھانے کی اجازت دے دیجئے۔

مولانا نورانی۔ پان کی اجازت دینے میں کوئی خرابی نہیں۔ البتہ جناب والا انہیں شراب پینے کی اجازت نہ دیجئے۔

نورانی میاں نے تقریر جاری رکھنے کے لئے ابھی چند ہی فقرے کہے تھے کہ سرکاری بچوں سے پھر آوازے کسے جلنے لگے۔ اس معاملہ میں وزیر قانون مسٹر پیرزادہ وزیر بے محکمہ مسٹر خورشید حسن میر اور حکمران پارٹی کے میاں حامد حسین پیش پیش نظر آ رہے تھے۔ مولانا پھر ٹوک گئے اور مزید کناں ہوئے۔ جناب والا یہ لوگ میرے ساتھ غمزے کرنے سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ آخر کب تک ان کے ناز و خزع برداشت کروں گا۔

محمود اعظم فاروقی۔ حامد حسین کے غمزوں کو شتر غمزے کہیے۔

حفیظ پیرزادہ ! جناب والا آخر نورانی صاحب کو تکلیف کیا ہے۔

نورانی میاں : مجھے تو کوئی تکلیف نہیں۔ بلکہ میں تو سمجھا تھا کہ آپ کرسی سے اٹھیں

شاید آپ کو کوئی تکلیف ہوئی ہو دیکھ سپیکر سے مخاطب ہو کر جناب والا دوسرے وزیر اور سرکاری ممبر بے شک بار بار اٹھتے رہیں۔ لیکن پیرزادہ صاحب سے کہیے کہ وہ بار بار نہ اٹھیں وہ تنک جائیں گے۔

سپیکر نے ایک بار پھر میزوں سے اپیل کی کہ وہ مولانا کی تقریر کو خاموشی کے ساتھ سنتیں۔ اس پر مسٹر پیرزادہ نے کھڑے ہو کر کہا جناب والا مولانا کسی روک ٹوک کے بغیر اپنی تقریر جاری رکھیں۔

نورانی میاں۔ اب وزیر قانون نے اجازت دیدی ہے تو ان کا شکریہ۔

ع : یہ تیری عنایت ہے کہ رخ تیرا دھر ہے۔

مولانا نورانی۔ نے جب جوش میں آکر یہ اعلان کیا کہ وہ زبان، ثقافت اور علاقے کی بنیاد پر نہیں بلکہ ملت اور ملت مذہب کی بنیاد پر قومیت کے قائل ہیں۔ تو اپوزیشن کے ساتھ سرکاری بنچوں سے بھی ادا دی گئی۔ لیکن جب اگلی ہی سانس میں انھوں نے اس بات کی مخالفت کی کہ موہنجو ڈاڑ کی تہذیب کو پاکستان یا مسلمان کی تہذیب قرار دیا جا رہا ہے۔ تو مسٹر حفیظ پیرزادہ غصے میں کھڑے ہو گئے انھوں نے کہا کہ جناب والا مقرر موضوع سے ہٹ گئے ہیں۔ اور قطعی طور پر غیر متعلقہ باتیں کر رہے ہیں۔

نورانی میاں۔ (حیرانی کے انداز میں) جناب والا ابی تو یہ تا میاں بجا رہے تھے۔ اور ابی ناراض بھی ہو گئے۔

حفیظ پیرزادہ۔ ہم آپ کے دوست جو ہوئے۔

نورانی میاں۔ صوبہ سرحد کے لوگ تو آپ کی دوستی کو قابلِ فخر سمجھتے ہیں۔ اس پر جب سرکاری بنچوں سے صدارت کا احتجاج بلند ہوئی تو مولانا نے کہا کہ اچھا جناب والا میں

اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔

سپیکر۔ کون سے الفاظ آپ نے کیا کہا تھا۔

نورانی میاں۔ جناب! کوئی خاص بات تھی جسے دہرزاہ کی طرف اشارہ کر کے وہ سمجھ گئے۔ اور ہاں خان قیوم بھی سمجھ گئے تھے۔ آپ خود ہی دیکھ لیں۔ وہ بہت خوش ہو رہے ہیں۔ خان قیوم اس وقت واقعی بے اختیار ہو کر ملش رہے تھے۔

نظر بندی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے حکومت کے امتناعی نظر بندی کے اختیار پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ حکومت ان اختیارات کے تحت کسی بھی شخص کو دو سال میں آٹھ مہینے جیل کے اندر رکھ سکتی ہے۔

سپیکر۔ مولانا دو سال میں آٹھ مہینے کا کیا مطلب۔

نورانی میاں۔ جناب والا دستوری بل کی متعلقہ دفعہ پر ایک نظر ڈالیے آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ جہاں حکومت کا یہ بنیادی حق ہے۔ کہ وہ کسی بھی فرد کو دو سال میں آٹھ مہینے جیل میں رکھ سکتی ہے۔ وہاں ہر فرد کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ دو سال میں آٹھ مہینے جیل کے اندر رہے۔

وزیراعظم۔ مولانا نورانی نے وزیراعظم کے وسیع اختیارات کے بارے میں کہا کہ حکومت کے لوگ ان اختیارات کا موازنہ برطانیہ کے وزیراعظم کے اختیارات سے کرتے ہیں لیکن برطانیہ کے وزیراعظم کو تو یہ اختیارات بذریعہ دے گئے ہیں۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

صحافت : مولانا نے آزادی صحافت سے متعلق حکومت کے وعدوں کا تجزیہ ان الفاظ میں کیا۔

پریس آزاد ہے۔ ایڈیٹر گرفتار ہے۔
پریس آزاد ہے۔ اخبار بند ہے۔
پریس آزاد ہے۔ چھاپہ خانہ سیل کر دیا گیا ہے۔
مولانا نے حکمران جماعت سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ اخبارات کو پابند کرنے
کی پالیسیوں سے باز رہیں ورنہ آپ کے مزار پر کوئی فاتحہ پڑھنے والا اور کوئی مرثیہ خواں
بھی نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر مبشر۔ آپ کا کاروبار بھی بند ہوگا۔
مولانا نورانی۔ ڈاکٹر صاحب میرا کاروبار ”جمعہ کی نماز پڑھانا ہے اور وہ
کبھی بند نہیں ہوگا۔ آپ بند کرنا چاہیں بھی تو انشاء اللہ بند نہیں ہوگا۔ اس کے جمعہ
کی نماز قیامت تک ہوتی رہے گی۔
محمود اعظم فاروقی۔ مبشر صاحب گھبرائیں نہیں مولانا کے کاروبار میں نماز جنازہ
پڑھانا بھی تو شامل ہے۔

سپیکر۔ مولانا آپ اپنا کاروبار جاری رکھیں۔
شرابی ڈرائیور۔ مولانا نے شراب خانہ خراب کی مخالفت کے سلسلے میں
کہا کہ یورپ میں کسی شرابی کو ڈرائیونگ کا لائسنس نہیں دیا جاتا اور اگر کوئی
شراب پی کر ڈرائیوری کرے تو اس کا لائسنس منسوخ کر دیا جاتا ہے لیکن ہمارے ایک شرابی نے
شراب کی بوتل پر ادھا ملک توڑ دیا اور دنیا کی بہترین فوج کو ذلیل فوجوں میں شمار کر دیا۔
ڈاکٹر مبشر۔ جناب! لا مولانا نے ہماری فوجوں کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ذلیل ہو گئیں۔
سپیکر۔ مولانا کیا آپ نے واقعی یہ کہا ہے؟

مولانا - جناب والا۔ میں نے ایک شرابی کے بارے میں کہا ہے کہ اس نے فوجوں کو دلیل
فوجوں میں شمار کرادیا۔ اصل میں اگر صاحب صحیح طرح مٹن نہیں سکے اس لئے کہ انکی زلفیں کانوں پر اگئی ہیں۔
سپیکر - اچھا اب آپ آگے چلیے۔

نورانی میاں - جناب والا گاڑی شرابی کے ہاتھ ہے۔ اس لئے آگے چلنا محال ہے۔
مولانا نے جب یہ خدمتہ ظاہر کیا کہ ملک کا ڈرائیور شرابی ہوگا تو وہ ملک کو تباہ کر دیگا۔
تو اس پر سرکاری بنچوں سے احتجاج ہوا۔

نورانی میاں - جناب الا اگر ان کی طبع نازک پر گراں گزرتا ہے تو ہم نہیں کہتے لیکن
اثبات ضرور کہیں گے۔ کہ

ع : مرد نادان پر کلام نرم و نازک بے اثر

آمریت - مولانا نے کہا کہ اگر وزیر اعظم کو آمر بنادیا ہے تو ہمیں اعتراض نہیں۔ اگر
وزیر اعظم کو سب سے زیادہ با اختیار بنادیا گیا ہے۔ تو ہمیں اعتراض نہیں
لیکن ہمیں اعتراض یہ ہے کہ وزیر اعظم کو لاسپور کا گھنٹہ گھر بنادیا گیا ہے۔
عدلیہ کی سڑک ہے کہ وزیر اعظم پر آکر رکتی ہے انتظامیہ کی سڑک ہے کہ اس کا رخ
بھی وزیر اعظم کی طرف ہے۔ الیکشن کمیشن کی سڑک بھی اسی سمت جاتی ہے۔ اور فوجوں میں
کمیشن دینے کی سڑک بھی اسی گھنٹہ گھر پر پہنچ کر رکتی ہے، اگر ہر شعبہ زندگی پر وزیر اعظم
ہی کا قبضہ ہو گیا ہے۔ تو یہ کہنا پڑے گا۔ کہ

ع ہر شاخ پہ آؤ بیٹھا ہے۔

اور پھر یہی سوال پیدا ہوگا، — انجام گلستان کیا ہوگا۔

مارشل لا۔ مولانا نے مارشل لا کے ضوابط کو تحفظ دینے کی دستوری

دفعہ کو باعثِ شرم قرار دیا۔ اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی کہ جناب والا شرم دالے کے لئے یقیناً باعثِ شرم ہے۔ (جمہور لاہور ۹ مارچ ۱۹۷۳ء)

استقلال لاہور - منبت روزہ "استقلال" لاہور لکھتا ہے -
"قومی اسمبلی کے اندر بھی مولانا نورانی کی بلند و بالا شخصیت نے کسی مرتبہ مسکرائیں اور قہقہے بکھیر دیئے۔ اور سرکاری پارٹی پران کی جڑ بستہ چوٹوں پر خود ان چوٹوں کا نشانہ بننے والے بھی جھوم جھوم گئے۔ سپیکر چودھری فضل الہی کے بقول مولانا کا نام ہی نورانی نہیں ان کی وار بھی نورانی ہے اور ان کا چہرہ بھی۔ اور سپیکر کے اس قول کے ساتھ اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں" (استقلال لاہور ۲ - ۸ جولائی ۱۹۷۳ء)

مولانا شاہ عارف اللہ قادری، راولپنڈی :-

"کتاب شاہ احمد نورانی" میں حالات و واقعات کی ترتیب میں خاصی محنت سے کام کیا گیا ہے۔ سرورق نہایت شاندار ہے۔ ادارہ "رضائے مصطفیٰ" مستحقِ تبریک ہے۔
کہ اس نے علامہ شاہ احمد نورانی جیسی عظیم شخصیت کے حالات پیش کر کے مسلمانانِ اہل سنت کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ کتاب پڑھتے وقت علامہ نورانی کبھی اقبال کے مردِ مومن اور بیباک قلندر نظر آتے ہیں اور کبھی زہرِ ہلاک کو تشدد و نجات نہ کہنے کی بنا پر بعض اپنوں کی نظر میں محسود اور اربابِ اقتدار کے نزدیک قابلِ گردن زدنی قرار پاتے ہیں۔ مولانا نورانی اسمبلی میں ہوں یا عام جلسوں میں۔ وہ اسلام کی برتری کے لئے تختِ کیکاؤس کو ٹھکراتے ہیں۔ اور بعض اوقات عظمتِ دین کی خاطر دار و رس کا انتظار ان کی قلبی خواہش کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ مکتبہ "رضائے مصطفیٰ" کی اس پیش کش نے انہیں اے مورشخ کے لئے منزل تک رسائی آسان کر دی ہے۔ "فجر اکمل المولیٰ خیر الجزاء"

اسمبلی کے اندر اور باہر

چند ولولہ انگیز محابہ دہانہ بیانات

مولانا شاہ احمد نورانی کے قومی اسمبلی کا ممبر منتخب ہونے کے بعد مختلف دینی ملکی قومی سیاسی مسائل پر ان کے بیانات یڈیو اور اخبارات سے اس کثرت کے ساتھ نشر ہوئے ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے۔ ریڈیو کے علاوہ پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا قابل ذکر اخبار و رسالہ ہو جس نے بلا ہتھام مولانا نورانی کے بیانات، انٹرویو اور حالات کو کچھ نہ کچھ شائع نہ کیا ہو۔ بیانات کی اس کثرت و اہمیت سے مولانا کی مستعدی، باخبری، بیدار مغزی، بے خوفی و وسعت علمی دینی و سیاسی بصیرت اور محبت اسلام و حب الوطنی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بطور ح

مشتے نمونہ از خروارے۔ مولانا کے بعض بیانات کی چند جملگیاں ملاحظہ ہوں۔ وزارت و سفارت مسترد۔ کراچی ۵ اپریل (اسٹاف رپورٹر) جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ اور پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ ہم ایسے دستور کو کس طرح مکمل اسلامی کہہ سکتے ہیں جس کے اندر اسے مکمل طور پر اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے خود ۹ سال کی مدت مقرر کی گئی ہے، اور اس طرح خود حکمران پارٹی نے بھی یہ اعتراض کیا ہے کہ اس عرصہ کے بعد ہی آئین سازی مکمل طور پر قرآن و سنت کی روشنی میں ہوگی۔ مولانا نورانی نے کہا کہ پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں مملکت میں سرکاری مذہب اسلام قرار دینے اور آئین میں مسلمان کی تعریف

شامل کرنے کا مطالبہ سب سے پہلے پیش کرنے کا سہرا جمعیت علماء پاکستان کے سر ہے لیکن ابھی تک ہمارے بہت سے بنیادی مطالبات تسلیم نہیں کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم نے نئے شمارے میں حصہ نہ لے کر واضح طور پر اپنے اختلافات کا اظہار کر دیا ہے اور نئے آئین کی منظوری کے بعد دراصل ہمارے کام کا آغاز ہوا ہے۔ اب ہم اسلامی دفعات کو آئینی تحفظ دلانے اور عائلی قوانین کی ترمیم تینوں افواج کے سربراہوں کے لئے مسلمان ہونے کی شرط اور فتنہ ارتداد کو روکنے کی ضمانت حاصل کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ اس طرح اس دستور کو زیادہ سے زیادہ جھوٹی بنانے کی کوششیں تیز کر دی جائیں گی۔

مولانا نورانی نے کہا کہ دستور کی تیاری کے دوران جمعیتہ العلماء پاکستان کے رہنماؤں کو مرکز اور سندھ میں وزارتوں سفارتوں کی پیشکش کی گئی لیکن ہم نے سلام اور جمہوریت کی خاطر اسے ٹھکرا دیا۔ (روزنامہ جسارت کراچی ۱۷ ستمبر ۱۹۷۷ء)

جان قربان - ۳۰ مئی (پ پ پ پ) متحدہ جمہوری محاذ کی مجلس قائمہ
یحکم جون کو ملتان میں آزاد کشمیر کے صدر کے خلاف مرکزی حکومت کے ظالمانہ اقدامات پر غور کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر کے مسئلہ کو قومی اسمبلی میں اٹھایا جائے گا۔ انھوں نے عوام سے کہا کہ وہ چٹان کی طرح متحد ہو کر مغیر اسلام کی تعلیمات سے رہبری حاصل کریں ہم اسلامی نظام کے لئے اپنی جان تک قربان کریں گے (روزنامہ جسارت لاہور ۱۷ ستمبر ۱۹۷۷ء)
بحران کشمیر - ملتان ۲۸ مئی ملک کے کروڑوں غنیو مسلمان - قادیانیوں کے ایما پر آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم کی برطانی برداشت نہیں کریں گے۔ انھوں نے آج ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہم اس بحرانی دور میں کوئی انتہا پسندانہ

قدم اٹھانا نہیں چاہتے۔ لیکن قادیانیوں کو خوش کرنے کے لئے سردار قیوم کو بوطرف کیا گیا تو صورت حال ۱۹۵۳ء سے زیادہ خطرناک ہو سکتی ہے۔

انہوں نے کہا سردار قیوم کے خلاف ساری سازش اس لئے ہو رہی ہے کہ آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کے خلاف قرارداد منظور کی انھوں نے کہا یہ قرارداد ساری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتی ہے۔

(روزنامہ جمہور لاہور ۲۹ مئی ۱۹۵۳ء)

مرکز کی سزا۔ (کراچی ۵ اراکتوبر پ پ) ملک کے آئین میں یہ شق موجود ہونی چاہیے کہ جو مسلمان مذہب سے منحرف ہوگا اسے سزائے موت دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی جماعت غیر اسلامی آئین کو قبول نہیں کرے گی۔ اس لئے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم کیا گیا تھا تاکہ مسلمان دین اسلام کی اصل روح کے مطابق طرز حیات اپنائیں اس لئے اس ملک کے باشندوں کو پورا اختیار ہے کہ وہ اسلامی آئین کا مطالبہ کریں۔ مولانا نورانی نے کہا کہ اسلامی آئین کا مطالبہ اب نازک دور سے گزر رہا ہے۔ انھوں نے کارکنوں کو لتیں دلایا کہ اسلامی آئین کے لئے جماعت بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہیں کرے گی اور اسمبلی کے باہر اور اندر مستقل جدوجہد کرے گی۔ اور غیر اسلامی آئین کی ہر کوشش کی دھڑکھڑکھٹ کر مخالفت کرے گی۔ مولانا نے کہا کہ گزشتہ ربع صدی سے طرح طرح کی رخنہ اندازی جاری رہی ہے، اور ملک اب تک اسلامی آئین سے محروم رہا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ان کی جماعت کا مقصد مسلمانوں کے لئے صحیح اہ عمل کا تعین اور معاشرہ کو منافقوں سے پاک کرنا ہے۔

ڈیفنس آف پاکستان رولز پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ملک کے تحفظ کی

بجائے اس قانون کو برسرِ اقتدار لوگوں کی مخالفت کرنیوالوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔
انھوں نے کہا کہ آج کل سی آئی اے کے آلہ کار اور بھارتی جاسوس اور تخریب پسند عناصر ملک
بھر میں رہنمائی پھرتے ہیں انھیں دکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں۔ دوسری طرف برسرِ اقتدار ٹولہ
کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف قانون بڑی تیزی سے حرکت میں آجاتا ہے۔ انھوں
نے کہا کہ ڈیفنس آف پاکستان رولز ڈیفنس آف پریذیڈنٹ رولز "بن کر رہ گیا ہے۔"

(نوائے وقت ۱۶ مئی ۱۹۷۲ء)

شرابی وزیر اعظم : دستور میں ایسی دفعہ شامل ہونی چاہیے جس کے تحت
مسلمانوں کے لئے اسی طرح تبدیلی کی سبب ناممکن ہو جس طرح پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کے تحت
جماعتوں سے وفاداری تبدیل کرنے کی ممانعت ہے۔ شراب پر مکمل پابندی ہونی چاہیے۔
اور اس امر کی تفریح کرنی چاہیے کہ کوئی شرابی وزیر نہیں بن سکے گا۔

(روزنامہ نوائے وقت - جمہور لاہور ۳۰ مئی ۱۹۷۲ء)

موجودہ دور۔ (فقیر والی ۹ جون) "پاکستان لاکھوں جانوں کی قربانی دینے کے
بعد قومی نظریہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں اس خطرناک صورتحال میں حق کی لہری
کے لئے اسلامی نظامِ حیات نافذ کرنا چاہیے۔ مولانا نذرائی نے کہا کہ یہ ساری قربانیاں محض روٹی کپڑے
اور مکان کے حصول کے لئے نہ تھیں۔ بلکہ یہ سب کچھ دین اسلام کے نفاذ کے لئے تھا۔ آپ نے اپنی
تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ موجودہ دور حکومت میں عوام سے اظہارِ رائے کی آزادی سلب کر لی
گئی ہے۔ غنڈہ گردی انتہا پر ہے۔ عزتِ حمیت اور شرافت کا سرعام جنازہ نکالا جا رہا ہے
گرانی آسمان سے باتیں کر رہی ہے، عوام کی قوتِ خرید ختم ہو چکی ہے لیکن ان مسائل کو حل کرنے
کی بجائے قومی خزانہ عیاشیوں پر صرف کیا جا رہا ہے اور مختلف عنواناتوں سے جشن منائے جا

رہے ہیں۔ درود نامہ جمہور لاہور ص ۱۰

موجودہ حکومت۔ (صادق آباد، ۲ مئی) ایک بڑے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا موجودہ حکومت آزادی تحریر و تقریر اور جمہوریت کے ساتھ مذاق کر رہی ہے۔ اس ملک میں غنڈہ گردی اور عیاشی میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ اپوزیشن کے جلسوں کو ناکام بنانے کے لئے پتھر اڑا دیا جاتا ہے اگر اس ملک میں غنڈہ گردی کو اس طرح پھیلنے پھوٹنے دیا گیا۔ اور غنڈوں کا محاسبہ نہ کیا گیا تو یہ غنڈے حق کی آواز کو دبانے کی کوشش کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ پچیس سالہ تاریخ میں اتنا ظلم کبھی نہیں ہوا۔ جتنا کہ مزدوروں پر آج کل ہو رہا ہے، ایسی ظالم حکومت کے قائد کو قائدِ عوام کیسے کہا جائے اس ملک کو توڑنے اور ہمارے سات کروڑ بھائیوں کو ہم سے جدا کرنے کی تمام تر ذمہ داری مرزا جیو پر ہی عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ انھوں نے اگر ادھر ہم ادھر تم کا نعرہ نہ لگایا ہوتا۔ تو آج صورتحال مختلف ہوتی۔ آج ہمارے مشرقی پاکستان کے بھائیوں کو ہندوؤں کی غلامی میں دے دیا گیا ہے جہاں ہماری ماؤں بہنوں کی عصمتوں سے کھیلا جا رہا ہے، انھوں نے کہا کہ حکومت کا عوام سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت عوام کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتی۔

مولانا نے کہا کہ ہم اس ملک کی سرزمین میں اسلامی آئین کا نفاذ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس سرزمین میں رسولِ مہربانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑنے پر مبنی ہیں۔ لاکھوں قربانیوں کے بعد اس ملک کو فردِ واحد کے لئے حاصل نہیں کیا گیا۔ پاکستان اس لئے بنا تھا۔ کہ اس کے اندر قرآن کے احکامات کی بالادستی ہوگی۔ دینِ مصطفیٰ کو جاری و ساری کیا جائے گا لیکن آج اس ملک میں کیا ہو رہا ہے کیا آپ نے کبھی اس بارے میں سوچا ہے کہ اس میں کیا ہو رہا ہے۔ کیا آپ نے کبھی اس بارے میں سوچا ہے کہ اس ملک میں اب ہو جاتا تو ہونے لگی ہے۔ کیا پاکستان ہو جاتا تو یہاں کے بے بنایا گیا تھا۔ ہرگز نہیں۔ ملک کے کونے کونے سے آج سوال اٹھ رہا ہے، کہ مرزا یوں

کو اقلیت قرار دیا جائے۔ لیکن ہماری حکومت اسے فرقہ دارانہ مسئلہ سمجھتی ہے۔ انھوں نے حکومت پر الزام لگایا کہ بحیثی خاں کے دور میں بھی اتنی شراب نہیں پی جاتی تھی جتنی کج استعمال کی جا رہی ہے۔ بحیثی کے دور میں شراب صرف پیا جاتی تھی۔ لیکن اب وہ دور ان پہنچا ہے کہ ہمارے وزراء شراب سے نہانے بھی لگے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عوامی وزیر اٹھارہ اٹھارہ فٹ لمبی کارڈ میں پھر رہے ہیں۔ عوام بھوکے مر رہے ہیں۔ لیکن انہیں اپنا ٹھاٹھ باٹھ عزیز ہے غریب عوام چلا رہے ہیں۔ کہ اٹا مہنگا ہو گیا ہے، کپڑا مہنگا ہو گیا ہے، جواب کتابے خزانہ خاں ہے میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جشن منانے کے لئے روپیہ کہاں سے آیا۔ قوم کو حساب دینا پڑے گا۔ مولانا نے کہا کہ کروڑوں روپے کی حبشی / چاول اور گندم بھارت سے سونپ کر دی جا رہی ہے۔ قوم اگر مطالبہ کرتی ہے کہ خزانہ خالی ہے تو کس نے کیا۔ بحیثی خاں نے کیا ہے تو اسے عوام کے سامنے لایا جائے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں کیا جاتا۔ اس غدار قوم کو تحفظ دے کر عالی شان جنگلہ دیا جا رہا ہے اس ملک میں بے بنیاد دولت کے ذخائر موجود ہیں لیکن خزانے چوریں ڈاکو ہیں اور سیکڑوں کے ہاتھ میں آچکے ہیں۔ انھوں نے عوام سے پھیل کی ہے کہ وہ اسلام کے لئے جدوجہد کریں۔ اب وہ وقت آیا ہے چاہتا ہے کہ جب اپنے ہاتھوں سے سوشلزم کا جہازہ نکالیں گے۔“

انھوں نے کہا کہ ہمارے عزائم میں ٹوسی پی آر اور جیلوں کی قید و بند کی صعوبتیں شامل نہیں ہوسکتیں۔ جمہوریت کا قافلہ اب چل پڑا ہے۔ اس کے آگے بڑے سے ہر اہل بندھی کا اگر نہ ہوگا۔ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی سر بلندی کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے مسلمان کا سر کٹ تو سکتا ہے مگر باطل کے سامنے جھک نہیں سکتا۔ عوام کو مستعد ہو کر ہماری صفوں میں شامل ہو جانا چاہیے۔ انشاء اللہ اس ملک میں جلد ہی اسلام کا مقدس

نظام آکر رہے گا۔ (جمہور ۵/۲۸)

چیمبر مین بھٹو۔ اسلام آباد ۵ مارچ۔ چیمبر مین بھٹو صاحب پولیس اور فوج کی امداد کے بغیر عوامی جلسوں میں خود کو محاسبے کے لئے پیش کریں۔ تاکہ عوامی جذبات اور ان کی تکالیف کا احساس ہو سکے۔ ہر جمہوری ملک میں سیاسی جماعتوں کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ عوام کے حقوق کے لئے نڈر ہو کر کوشش کریں۔ چیمبر مین بھٹو کو بحیثیت صدر پاکستان چاہیے تریہ تھا کہ وہ ہمارے تمام نکات کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیتے۔ اس کی بجائے وہ ان نکات کی مخالفت کا اعلان کر رہے ہیں اس سے عوام کو خود ہی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ کون جمہوریت۔ اخوت و اداری۔ ملکی سالمیت، سلام اور اسلامی آئین میں لفظین رکھتا ہے اور کون راہ فرار اختیار کرنا چاہتا ہے، (روزنامہ جمہور لاہور ۲۷/۴)

چیلنج۔ لائل پور ۱۰ جون۔ مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام میں مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیتہ العلماء پاکستان مولانا عبدالستار خان نیازی ناظم جمعیتہ العلماء پاکستان کے عزائم میں ایک اہم دعوتِ عصرِ شادی گئی۔ جس میں خطاب کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ صدر بھٹو صدارت کے عہدے سے مستعفی ہو جائیں۔ اور ملک میں تین چار ماہ کے دوران نئے انتخاب کیے جائیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں صدر بھٹو سے صدارت یا کسی بھی اور عہدہ کے لئے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔ انھوں نے کہا۔ اس عبوری دور کے لئے حکومت نائب صدر مسٹر نور اللہ مین کے حوالے کر دی جائے۔ مولانا نورانی نے کہا۔ کہ جمعیت نے تہیہ کر رکھا ہے۔ کہ انشاء اللہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا۔ خواہ اس کے لئے کتنی قربانی کیوں نہ دینی پڑے (روزنامہ مشرق لاہور ۲۷/۴)

بینکر دیش۔ آئینی طور پر پاکستان کی سالمیت کو زیر بحث نہیں لایا جاسکتا ہے، صدر بھٹو

اراکین اسمبلی مسلح افواج کے سربراہوں سب نے پاکستان کی سالمیت کو برقرار رکھنے کا حلف اٹھایا ہے۔ عبوری آئین میں بھی مشرقی پاکستان اس ملک کا حصہ ہے۔ اسے علیحدہ کرنے کا کوئی مجاز نہیں۔ قومی اسمبلی پاکستان کو ٹکڑے کرنے کے لئے نہیں پاکستان کو ایک رکھنے کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر پاکستان کے نظریاتی طور پر معرض وجود میں آنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔“ (سہفت روزہ چٹان لاہور ۲۶ جون ۱۹۷۲ء)

●۔ بنگلہ دیش نامنظور کی تحریک خود سرکھٹونے شروع کی تھی اور اقتدار سنبھالتے ہی نہایت جذباتی انداز میں ان ممالک سے تعلقات توڑ لئے تھے جنہوں نے بنگلہ دیش تسلیم کر لیا تھا۔ مگر جب بڑی طاقتوں نے بنگلہ دیش کو تسلیم کیا تو انہوں نے گھٹنے ٹیک دئے۔ بنگلہ دیش نے مسدود کھلی کوچوں میں لانے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ اس معاملہ کو کھلی کوچوں میں لانیوالے نور مسٹر بھٹو ہیں۔ بنگلہ دیش نامنظور کی تحریک خود انہوں نے چلائی اور ملک کو انتشار سے ہمکنار کیا۔

(روزنامہ جسارت کراچی ۱۶ جولائی ۱۹۷۲ء)

جنگِ دسمبر ۱۹۷۱ء کی جنگ کو ہرگز فیصلہ کن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بڑے صغیر کی اسلامی تاریخ اس قسم کے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جبکہ وقتی طور پر پرمیت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس وقت کے غیور اور باضمیر مسلمان حکمرانوں نے بالآخر اپنی وقتی شکست کو مستقل فتح میں بدل ڈالا۔ محمد غوری کی جدوجہد اس سلسلے میں ایک روشن مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ موجودہ صورت حال اپنوں کی غداری اور بیوقوفی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ہماری چودہ سالہ روایت کا تقاضا ہے کہ ہم اسے ایک عارضی سانحہ سمجھیں اور تلافی مافات کے لئے بھرپور جدوجہد کا آغاز کر دیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ

اس جنگ کو فیصلہ کن قرار دے کر بھارت کے آگے گھٹنے ٹیک دینے والے لوگ وہ ہیں جو ہزار سال تک لڑنے کا اعلان کرتے تھے میں کہتا ہوں، ہزار سال نہیں پانچ سو سال نہیں ایک سو سال ہی اپنی جدوجہد جاری رکھو۔ بزدلی اور بے غیرتی کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔
ڈانٹرڈیو مولانا نورانی۔ اردو ڈائجسٹ جولائی ۱۹۷۲ء

عرب اسرائیل جنگ۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے مصر کے صدر انوار السادات شام کے صدر حافظ الاسد اور یوگیا کے صدر کرنل نڈانی کے نام الگ الگ برقیہ میں اسرائیل کے خلاف عربوں کے جہاد کی پاکستان کی جانب سے مکمل حمایت کی ہے۔ انہوں نے اپنے برقیہ میں کہا ہے کہ پاکستان سے مسلمان آپ سے ساتھ ہیں۔ خدا آپ کو مکمل فتح سے ممکن کرے آپ کی فتح محض عربوں کی نہیں بلکہ عالم اسلام کی فتح ہوگی۔ مولانا نورانی جو رولڈ اسلا مشن کے سربراہ بھی ہیں نے اپنے مشن کی تمام شاخوں کو جس حد تک ممکن ہے کہ وہ عربوں کی مدد کریں۔ وزیر اشد مولانا نورانی نے ایک اخباری بیان میں عرب اسرائیل جنگ کے بارے میں وزیر اعظم فیضو کے حالیہ بیان کو ٹا کا فی اور غیر مستحسن قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم کو پاکستان کے مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے عربوں کی فکوس مدد کا اعلان کرنا چاہیئے کیونکہ قبلہ اول کی بازیابی عالم اسلام کی جدوجہد ہے اور پوری دنیا کے مسلمانوں اور مسلم حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ آزمائش کے اس مرحلہ پر عربوں کا ساتھ دیتے ہوئے اسرائیل کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیں۔ مولانا نے اپیل کی ہے کہ جمعیت کے تمام علماء و خطباء و نماز تزار وینچگانہ، اجتماعات میں قبلہ اول کی بازیابی و عربوں کی فتح کے لئے خصوصی دعائیں مانگیں۔
(پریس نوٹ)

● کراچی سم اراکثر بہ اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس اسرائیل کے خلاف پورے عالم اسلام کی جانب سے جہاد کا اعلان کرے اور پاکستان کو چاہیے کہ وہ اس ضمن میں پہل کرتے ہوئے اسرائیل کے خلاف عربوں کے جہاد میں عملی طور پر شریک ہو جائے اور فوجی طور پر عربوں کی پھر پور اور مؤثر مدد کرے۔

انہوں نے کہا کہ پوری قوم عربوں کی ٹھوس امداد کے ضمن میں حکومت سے تعاون کرے گی۔ کیونکہ عربوں کی جدوجہد پورے عالم اسلام کی جدوجہد ہے۔ قبلہ ادال کی بازیابی ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے اور پاکستان کا بچہ بچہ حرمت بیت المقدس پر کھڑے کھڑے کو تیار ہے، مولانا نورانی نے اسرائیلی جارحیت کی لاشٹ پناہی کرنے پر امریکہ کی شدید مذمت کی اور کہا کہ امریکی لاشٹ پناہی کے باعث ہی اسرائیل نے لاکھوں فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کیا اور انہیں بے گھر کر دیا۔ مولانا نورانی نے عرب ملکوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اسرائیل کے خلاف اپنی جدوجہد اس وقت تک جاری رکھیں جب تک عربوں کی مقدس سرزمین سے اسرائیلی جارحیت کے نشان نہیں مٹ جاتے انہوں نے پوری دنیا کے اسلامی ملکوں اور مسلم اقوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو بورا کرتے ہوئے عربوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہو جائیں۔ (حریت کراچی سہ ماہی ۱۱۶)

مولانا نورانی کی شخصیت اور ان کی یادگار خدمات کے متعلق چند مذہبی سیاسی صحافی تاثرات

مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت اور ان کی خدمات کو قلیل عرصہ میں مولانا تعالیٰ نے جو شہرت و مقبولیت عطا فرمائی ہے اس کے متعلق چند مذہبی سیاسی اور صحافتی تاثرات ملاحظہ ہوں۔

ماہنامہ ”رضائے مصطفیٰ“ کو جہرا نوالہ

”حضرت الحاج فاضل شہیر مولانا شاہ احمد نورانی صاحب پاکستان کی معروف و مشہور اور جمعیت العلماء پاکستان کی مایہ ناز شخصیت ہیں۔ آپ نے تھوڑے عرصہ میں ملکی سیاست میں ایک ممتاز و بلند مقام حاصل کر لیا ہے اگرچہ باخبر حضرات آپ کی شخصیت سے پہلے ہی متعارف تھے مگر گذشتہ انتخابات نے تو آپ کی شخصیت کو ملک میں پوری طرح نمایاں کر دیا ہے۔ ان انتخابات میں آپ قومی اسمبلی کے رکن اور جمعیتہ العلماء پاکستان کے پارلیمانی گروپ کے لیڈر منتخب ہوئے بعض امور میں آپ سے اختلاف ہو سکتا ہے مگر عموماً بعض شخصیتوں سے کسی نہ کسی مسئلہ و مرحلہ میں ممکن واقع ہے، لیکن جہاں تک آپ کی خداداد صلاحیتوں اور ملکی قومی و جماعتی سرگرمیوں کا تعلق ہے۔ اس میں کسی کا آپ سے اختلاف کرنا مشکل ہے۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کو جہرا نوالہ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ)

ماہنامہ ”صنیائے حرم“ لاہور

مولانا پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم اے اپنے ماہنامہ ”صنیائے حرم“ کے ادارہ ”سرداروں“ میں لکھتے ہیں کہ

”عام انتخابات کے بعد قومی اسمبلی میں جمعیتہ العلماء پاکستان کا جو پارلیمانی گروپ

قائم کیا گیا تھا اس کی تیاریت مستفقتہ طور پر مولانا شاہ احمد نورانی کے سپرد کی گئی۔ اس عرصہ میں مجھے کٹھن اور صبر آزمائی کا مرحلہ بھی آئے استلزام آزمائش کی روح فرسا وادیوں کو بھی طے کرنا پڑا۔ ترغیب و ترہیب کے ہتھکنڈے بھی استعمال کئے گئے لیکن ہر موقع پر اس لعلِ علی نے اپنی بالغ نظری، مومناہ فرست اور قائدانہ صلاحیتوں کا وہ مظاہرہ کیا کہ اپنے اور بیگانے سب عیشِ عشق کر آئے۔ ریڈیو اور ٹیلیوژن پر اپنی کمیتلیق آپوزیشن کے تمام لیڈرز کے انٹرویو شریعت کے مطابق مولانا نورانی کے انٹرویو کی شان ہی زری تھی۔ جس مہارت اور صداقت سے انھوں نے اس شاطر نقاد کو ہر نکتہ پر بات دی اور لاجواب کیا وہ اپنی کا حصہ تھا۔ غرض کہ نجی گفتگو ہو یا مجمع عام میں سیاسی خطاب اپنے عوام اور عقیدتمندوں کا حلقہ ہو یا مخالفین کا ہجوم آئین سازی کی مہم ہو یا متحدہ محاذ کی تشکیلات کا مرحلہ، ہر جا پر مولانا فیاض و نظر آتے ہیں۔ اہل سنت کو ان کی کارکردگی پر فخر ہے۔ یہ مرد درویشِ اندام۔ تہ آخر دم تک اپنے موقف پر ڈٹا رہا، انھیں جن جنگوں میں مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ ان کی شہادت کا صحیح احساس وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے حالات پر کڑی نظر رکھی ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ جمعیتہ العلماء پاکستان کے وہ نمائندے جو پنجاب سے منتخب ہوئے تھے بجز حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب انہوں اپنا قومی فرض ادا نہیں کیا انہوں نے ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے اپنے بے غرض اور بے لوث کارکنوں کا منہ چڑایا ہے جو قوم سے ان کے لیے دو ٹوٹوں کی بھیک مانگتے رہے (جون ۱۹۷۷ء)

ماہنامہ ”ترجمانِ اہلسنت“ کراچی

ملکی سیاست میں مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ کا شمار پاکستان کے نامور اور مقبول عوام سیاسی و مذہبی اکابر و علماء میں ہوتا ہے۔ آپ ایک مدبر اور ذہین سیاستدان ہیں۔ آپ سیاست کے نشیب و فراز سے کاملآ

آگاہ اور اس کے پڑپیچ و خمدار استوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ اور آپ حق گو۔
بے باک اور نڈر لیڈر ہیں اور صاف گوئی و راستبازی کے مقابلہ میں مصلحتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں یہی
وجہ ہے کہ آپ اسلامی نظام کے حامیوں کی آنکھوں کا نور اور اشتراکیوں دہریوں مزار یوں کے
سینوں میں چبھنے والا کاٹا ہیں۔ (ترجمان اہلسنت کراچی ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ)

روزنامہ ”آزاد“ لاہور

”بھائیو۔ مولانا شاہ نورانی کا کیا پوچھتے ہو۔ جو بگولے کی طرح سیاست میں آئے
اور آندھی کی طرح چھا گئے۔ دیکھو کیمونسٹ اخبار بند ہو چکا ہے۔“

روزنامہ ”جسارت“ کراچی

”مولانا شاہ احمد نورانی اصلاً ایک مبلغ ہیں ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اپنے والد
مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی طرح اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں گزرا ہے۔ ان کی سیاسی
زندگی کا آغاز ۱۹۱۷ء کے عام انتخاب سے ہوا ہے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اس میدان
میں وہ اپنی جماعت کے دیگر امیدواروں سے باندی لے گئے۔ ان کی کامیابی کا راز صرف
اتنا ہی نہیں ہے، کہ ان کے حلقہ انتخاب میں ان کے ہم مسلک اور عقیدت مند لوگوں
کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس کامیابی میں ان کی سیاسی سوجھ بوجھ خوش گفتاری۔ بذکرہ سنجی۔
عام لوگوں میں جلد گھل مل جانے کی صداقت اور ذاتی وجاہت سمی کا کچھ نہ کچھ حصہ ہے
مختصر سیاسی زندگی میں ان کے اندر منجھے ہوئے سیاست دان کیسے اندازاً بھر آئے ہیں۔
انھوں نے ملک کے پرانے سیاست دانوں کی نگاہوں میں بھی ایک محترم مقام پیدا
کر لیا ہے۔ جمعیتہ العلماء پاکستان کو ایک حالص مذہبی جماعت کی سطح سے اٹھا
کر ملک کی معروف سیاسی جماعتوں کی صف میں لاکھڑا کرنے کا سہرا انہی کے سر ہے۔ مولانا

شاہ احمد نورانی بروقت اظہار رائے پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ جو ایک اچھے سیاسی رہنما کا ضروری وصف ہوتا ہے۔ وہ جرأت و بیباکی کے ساتھ اور کسی ذہنی تحفظ کے بغیر بات کرنے کے قائل ہیں؛ روزنامہ حسارت کراچی ۷ فروری ۱۹۷۲ء

روزنامہ جمہور - لاہور

د نورانی میاں ہمیں سداے اچھے لگتے رہے ہیں۔ اور بلاشبہ ان کی شخصیت ملاحت، سلاست اور نفاست کا پسندیدہ نمونہ ہے، نورانی میاں نے جس خلوص، حب الوطنی اور دیانتداری کے ساتھ اسمبلی کی مسجد میں بیٹھ کر اسلام آباد کی کالین کے بارہ نکات پر مبنی دستاویز ہمارے ہاتھوں میں تھمائی۔ اس پر ہم شکر گزار ہیں۔
روزنامہ جمہور لاہور ۷-۸ مارچ ۱۹۷۲ء

ہفت روزہ "چٹان" لاہور

"قومی اسمبلی میں جمعیتہ العلماء پارلیمانی گروپ کے قائد مولانا شاہ احمد نورانی کو عملی سیاست میں داخل ہونے سے دو اڑھائی برس سے زیادہ نہیں ہوئے۔ مگر اس عرصہ میں انھوں نے اپنی سیاسی بصیرت و تدبیر اور حق گوئی و بے باکی سے ثابت کر دیا ہے، کہ مستقبل میں ان کا شمار پاکستان کے ممتاز سیاسی رہنماؤں میں ہو گا۔ اور اس بھرائی و درمیں (انشاء اللہ) اسلام، جمہوریت اور معاشرتی انصاف کے خواہاں ان سے مایوس نہیں ہوں گے۔ ان کی عمر کا بیشتر حصہ افریقی اور امریکی ممالک میں تبلیغ اسلام میں صرف ہوا ہے، اور تبلیغ اسلام کا یہ جذبہ انھیں ورثہ میں ملا ہے۔ ان کے والد محترم مولانا عبدعلیم صدیقی (رحمۃ اللہ علیہ) میرٹھ کے نامور عالم دین تھے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھوں نے دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغ کے ذریعے ۵۴ ہزار سے زائد غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ برنارڈ شاہ سے

اسلام کے موضوع پر ان کا مباحثہ ہوا اور بڑا بیت برنارڈ شا اسلام کے مکمل اور بہترین
دین ہونے کا قائل ہو گیا تھا۔

قائدِ اعظم نے انھیں اسلامی ممالک میں تحریکِ پاکستان کے لئے سہارا ہموار کرنے کے
مشن پر بھیجا تھا۔ ۱۹۵۴ء میں والد کی وفات کے بعد تبلیغِ دین کا فرض بیٹے مولانا شاہ
احمد نورانی نے سنبھالا مولانا نورانی ۱۹۵۵ء میں جامعۃ الازہر کی دعوت پر مصر گئے۔
۱۹۵۸ء میں روس تشریف لے گئے، تو روسی حکومت کے پروگرام کے برعکس
سوشلسٹ رہنما لینن کی سادھی پر پھول چڑھانے سے انکار کر دیا۔ ۱۹۵۹ء میں مشرق
وسطی کا دورہ کیا ۶۲ء میں شمالی نا بھجیریا کے وزیراعلیٰ احمد دہلو شہید کی دعوت پر
چار ماہ تک وہاں تبلیغی دورہ کیا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے لئے سیاسی سرگرمیوں
کا اعلان ہوا تو مولانا موصوف نے یہ سوچا کہ اسلامی آئین کے لئے جو باتیں ہم منبر و
محراب سے کہتے ہیں۔ وہی آواز ہم وہاں جا کر کیوں نہ اٹھائیں۔ جہاں کہ آئین سازی اور
قانون سازی ہوتی ہے اور عام انتخابات میں حصہ لے کر اپنی سیاسی زندگی کا باقاعدہ
آغاز کر دیا۔ انتخابات آپ نے جمعیتہ العلماء پاکستان کے ٹکٹ پر جیتا اور جمعیت
کے پارلیمانی گروپ کے قائد منتخب ہو گئے۔

مردِ خدا۔ شراب کے تسلسل پر صرف ایک مردِ خدا نے انھیں رسابق صدر
یحییٰ خاں کو لٹو کا تھا۔ اور وہ شخص تھا۔ شاہ احمد نورانی۔

وہ یحییٰ صاحب ہمارے سامنے مے نوشی بند کیجئے۔ ورنہ ہم اٹھ کر چلے جاتے ہیں
اور یحییٰ اس مولوی کی بات مان گیا۔ کیونکہ جس ات شیخ مجیب الرحمن ڈھاکہ میں گرفتار
کئے گئے۔ اس سے پہلے وہی شاہ صاحب نے یحییٰ کو ایوان ڈھاکہ میں ٹوکتے ہوئے کہا تھا۔
(انگریزی ترجمہ)

”مسٹر پیڈینٹ آپ کیسی بات کہہ رہے ہیں“

(ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۱ جنوری ۱۹۷۲ء)

لا دینی کا مقابلہ ”ہم تک جو روایتیں پہنچی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
وزرائی صاحب نے لا دینی عناصر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور اس جماعت کے سامنے
سپر انداز ہونے سے انکار کرتے رہے جس جماعت کی اکلوتی آرزو ہے۔ کہ اقتدار
کی مطلقہ سے حلالہ کرنے پر کب قادر ہوگی۔ یا درہمے۔ کہ یہ وہی مولانا نوریانی ہیں جنہوں
نے اس دور کے محمد شاہ زنگیہ دیکھی خاں کوئے نوشی میں مستغرق دیکھ کر ڈانٹ دیا تھا۔
اور گرج کر کہا تھا۔ ”بھیلی۔ شراب نوشی بند کر دو۔ ورنہ ہم جا رہے ہیں“

(ہفت روزہ چٹان لاہور ۳ مئی ۱۹۷۱ء)

استقامت۔ ”جمعیتہ العلماء پاکستان پنجاب میں مولانا عبدالستار خاں
نیازی کی بے نفسی و مردانگی اور کراچی میں مولانا شاہ احمد نوریانی کی شخصیت و استقامت
کا نام ہے، ان دونوں بزرگوں کو الگ کر کے متحدہ آدھورا رہ جاتا۔

(ہفت روزہ ”چٹان“ ۳ مئی ۱۹۷۲ء)

ہفت روزہ ”استقلال“ لاہور۔

”مولانا شاہ احمد نوریانی بڑے صغیر کے علماء کے ایک ممتاز خاندان کے چشمہ و
چراغ ہیں ادب بریلوی مکتب فکر کے علماء کی نمائندہ جماعت جمعیتہ العلماء پاکستان
کی قیادت بھی ان جیسے علماء کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ جو خدا سے بزرگ و برتر کے
سوا کسی کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اس سے ڈرا جائے۔“

اس ضمن میں اسمبلی میں جمعیت کے دارکان علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری۔ مولانا سید

محمد علی سندھ اسمبلی میں جمعیت کے نمائندے مولانا شاہ فرید الحق اور جمعیت کے نئے سیکریٹری جنرل مولانا عبد الستار خاں نیازی کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

جمعیت کی (سابقہ قیادت کے برعکس) موجودہ قیادت نے ملکی سیاست میں انتہائی جاندار کردار انجام دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ محض غلط فہم کی قیادت کی وجہ سے کسی مکتب فکر کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہیں کر لینی چاہیے۔

جمعیت کی سیاست میں دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی

بہت ابھرے ہیں۔ انھوں نے انتہائی نامساعد حالات میں بھی کلمہ حق بلند کرنے میں کبھی پس و پیش سے کام نہیں لیا۔ اور اس حقیقت کو نظر انداز کرنا آسان نہیں۔ کہ پہلے قومی اسمبلی میں مشترکہ حزب اختلاف اور بعد میں متحدہ جمہوری محاذ کے قیام میں مولانا نے نمایاں اندھٹھوس کردار ادا کیا ہے۔ مولانا بڑی دلاویز شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک طرف وہ معرکہ حق و باطل میں چٹان بنے دکھائی دیتے ہیں۔ تو دوسری طرف اپنوں کے درمیان جانِ محفل بنے نظر آتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ شاعرِ مشرق کے ارشاد کی عملی تفسیر ہیں۔ ۷

مصافاتِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر

شبستانِ محبت میں حریرِ درپریاں ہو جا

یا پھر ۷

گزر جان کے سیلِ تند و کوہِ و بیا باں سے

گلستاںِ اہ میں آئے تو جوئےِ نغمہ خواں ہو جا

قومی اسمبلی کے اندر بھی مولانا کی بانغ و بہارِ شخصیت نے کئی مرتبہ مسکراہٹیں

اور قہقہے بکھیر دیئے۔ اور سرکاری پارٹی پر ان کی بے ہمتی چوٹوں پر خود چوٹوں کا نشانہ بننے والے بھی جھوم جھوم گئے۔ سرکاری پارٹی کے بعض وزراء کہ وہ بالکل بے ہمتی ہیں اور بے محکمہ بھی ہیں۔ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے کہ مولانا ہی کے بقول ع
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

مولانا شاہ احمد نورانی جمعیتہ العلماء پاکستان کے صدر ہی نہیں۔ قومی اسمبلی میں اس کے پارلیمانی لیڈر بھی ہیں۔ پھر مشترکہ حزب اختلاف کے رابطہ سیکرٹری اور متحدہ جمہوری محاذ کی رابطہ و اطلاعات کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں۔ اس لحاظ سے قومی سیاست میں انہیں ایک اہم مقام حاصل ہو گیا ہے۔ وسفٹ روزہ استقلال لاہور۔ ۲ جولائی ۱۹۷۳ء

سابق سپیکر فضل الہی۔ قومی اسمبلی کے سپیکر چودھری فضل الہی کے بقول مولانا کا نام ہی نورانی نہیں۔ ان کی وارثی بھی نورانی ہے۔ اور ان کا چہرہ بھی۔ اور سپیکر کے اس قول کے ساتھ اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ وسفٹ روزہ استقلال لاہور۔ ۲ جولائی ۱۹۷۳ء

پروفیسر غفور احمد پارلیمانی لیڈر جماعت اسلامی پاکستان

”پروفیسر غفور احمد نے کہا۔ نورانی میاں کی خدمات قابلِ تعریف ہیں ان میں اپنی سیٹ کو بچانے کے لئے آئین پر دستخط کرنے کا الزام سراسر غلط ہے۔ انہوں نے اسلامی اور جمہوری آئین کے نفاذ کے لئے دوسری جماعتوں کے ساتھ بہت دجرات کے ساتھ کام کیا ہے۔“ (روزنامہ حیات کراچی ۲۳ اپریل ۱۹۷۳ء)

ہفت روزہ تعمیر وطن لاہور

”ملکی سیاست میں مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ کا شمار پاکستان کے نامور اور مقبول عوام سیاسی رہنما و مذہبی اکابر و علماء میں ہوتا ہے

آپ ایک مدبر اور ذہین سیاست دان ہیں، "ہفت روزہ تعمیر وطن" لاہور ۱۵ مئی ۱۹۷۳ء

ہفت روزہ "زندگی" لاہور

حزب اختلاف کے گونجدار آواز علمائے حق کی آبرو

مولانا شاہ احمد نورانی ملکی سیاست کے منظر پر دسمبر ۱۹۷۳ء کی انتخابی لہر پر سوار اس وقت

آجہرے جب کراچی کے معروف ترین کاروباری علاقے (بندر روڈ وغیرہ) سے جمعیت العلماء

پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور پھر اس کے بعد سات رکنی پارلیمانی

ہارٹی کے سربراہ بنے انہی دنوں لاہور کی ایک سردشام ایک مقامی ہوٹل کے گرم ہال میں

جمعیت العلماء پاکستان نے تقریب منعقد کی اور اسے اپنے نو منتخب ارکان اسمبلی

کی پرس سے ملاقات کا ذریعہ بنایا۔

سرخ چیف پورٹر۔ پرس ٹرسٹ کے ایک سرخ چیف پورٹر جو امریکی غریب

پر امریکی دوروں کے باوجود سوشلسٹ رہتے ہیں۔ آغاز تقریب سے پیشتر بڑے

لال پیلے ہو رہے تھے۔ وہ قومی اسمبلی میں منتخب ہونے والے بارش ارکان کی گنتی کر

رہے تھے۔ بالخصوص اس پر "تائیف" کا اظہار کر رہے تھے کہ یہ وارڈھیوں والے

انگریزی نہیں جانتے۔ اس لئے کاروائی کے دوران خاموش رہ کر، یا الٹ بول کر

صرف اسمبلی کی سطح پر رکھیں گے۔ بلکہ اپنے حلقوں کے "بدقسمت" عوام کی

ترجمانی بھی نہیں کر سکیں گے۔

ششستہ انگریزی: تقریب کے آغاز کا اعلان ہوا۔ مولانا شاہ احمد نورانی

پہلے مقرر تھے۔ انھوں نے آئے ہی امریکی لہجے میں ششستہ انگریزی کو ذریعہ کلام بنایا

تو وہ سرخ پورٹر چند لمحوں تک مٹ نہ کھوئے۔ انکھیں پھاڑے، اپنی سماعت پر زور دیتا رہا۔

لیکن جلد ہی دوسرے رپورٹروں کے ہلکے ہلکے قہقہوں نے اسے حالات کی سنگینی کا احساس دلایا۔ اور پھر اس نے اپنی گردن نیچی کر کے یوں لکھنا شروع کیا۔ جیسے وہ ان دنوں اپنے محبوب صدر یحییٰ خاں کی تقریر نوٹ کر رہا ہو۔ قومی پریس سے مولانا نورانی کا یہ پہلا نذر دار تعارف تھا **بین الاقوامی مبلغ**۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی بین الاقوامی مبلغ اسلام میں اور اور انگریزی کیا۔ فرانسیسی سواحلی، فارسی اور عربی بھی ایسی ہی خوبی سے بول سکتے ہیں اور اردو توان کی ٹونڈی ٹھہری۔ کیونکہ دادی گنگے جمن کے باسی ہیں۔ تحریک پاکستان کے زمانے میں کلج کے طالب علم تھے۔ دل کھول کر تحریک پاکستان میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ انہی دنوں میرٹھ کی سطح پر نوجوانوں کو ہندوؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے عسکری انداز میں منظم بھی کیا تھا۔ **سیاسی کردار**۔ شہ کے عام انتخابات سے پیشتر عملی سیاست میں آئے اور انتخابات کے بعد اپنی جماعت کو یحییٰ اور پھر بھٹو کی کینیز بننے سے بچا لیا۔ حالانکہ مشائخ اور صاحبزادگان کی اکثریت کبھی ”حکومت وقت“ سے روگردانی کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

مولانا نورانی نے خاندانی مشائخ اور صاحبزادگان کی روایت سے بغاوت کی ہے۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو منتخب نمائندے اور خاندانی حیثیت کے بل پر پیپلز پارٹی کی قیادت سے بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے، ”دہشت اور زندگی لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۷۲ء“

روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور

جمعیتہ العلماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی متحدہ جمہوری محاذ کے کنوینر ہیں اور مولانا شاہ احمد نورانی کی باوقار شخصیت اسے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ **نوائے وقت سٹیج (۱)**

● جمعیتہ العلماء پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانی نے مری قبائل پر صوبائی حکومت کے مبدیہ ظلم و تشدد کا الزام عائد کیا ہے۔ یہ الزام ایک ذمہ دار شخصیت نے لگایا ہے۔ (اداریہ) نوائے وقت لاہور سہ ماہی ۱۸

ایم ایم احمد کی برطرفی کے مطالبہ پر ہدیہ تبریک

سہفت روزہ ”المدینہ“ کراچی (اسٹاف رپورٹر) جمعیت علماء اسلام پنجاب کے امیر مولانا علیہ اللہ انور جنرل سیکرٹری، مولانا ضیاء القاسمی اور جمعیت کی لاہور شاخ کے ناظم مولانا زاہد الراشدی نے ایک مشترکہ بیان میں جمعیت علماء پاکستان کی پٹانی پارٹی کے قائد مولانا شاہ احمد نورانی کے اس موقف کی تائید و حمایت کی ہے۔ جس میں انھوں نے ایم ایم احمد قادیانی کو برطرف کرنے اور ان پر حملہ کرنیوالے ملزم اسلم قریشی پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا ہے۔ جمعیت کے دونوں رہنماؤں کی جانب سے مولانا زاہد الراشدی نے ”المدینہ“ کے نام ایک مکتوب میں کہا ہے۔ کہ ایم ایم احمد کو برطرف کرنے کے اہم مسئلہ پر مولانا نورانی نے آواز اٹھا کر ملک کے تمام دینی مکاتب فکر اور کروڑوں اسلامیوں پاکستان کی بجا طور پر ترجمانی کی ہے۔ مکتوب میں مولانا نورانی کو ان کے جرات مندانہ بیان اور ”المدینہ“ کو اس مہم میں حصہ لینے پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے اس کو مقدس مشن قرار دیا ہے۔ اور اپنے بھائیوں تعاون کا یقین دلایا ہے۔

(سہفت روزہ ”المدینہ“ کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء)

گو جبرائیلؑ این پرستار رنگ اور پتھراؤ کے بعد

ایک نوح پرور نورانی خواب

خوشا چشم کو سبکہ مصطفیٰ را
خوشا دل کہ در خیال محمد

(اُمّ مولوی محمد یونس صاحب متعلم جامعہ حنفیہ ضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ)
بتاریخ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۷ جون بروز بدھ پہر کے وقت حضرت
مولانا شاہ احمد نورانی کی تقریر سننے اور استقبال کرنے کے سلسلے میں دوسرے حضرات کے
ساتھ میں بھی ریوے اسٹیشن پہنچا اور وہاں کے پرائمن ماحول میں پیلین پارٹی کے ہنگامہ
اور فائرنگ پتھراؤ کا میرے دل میں گہرا اثر ہوا اس وقت سے رات کو سونے سے پہلے
میں طبیعت سخت پریشان رہی مولانا شاہ احمد نورانی کا چہرہ بار بار میری نظروں
میں گھومتا اور میرے دل کو زیادہ بے چین کرتا رہا۔

انہی خیالات میں مجھ کو کر سوجیا۔ تقریباً سحری کا وقت ہو گا کہ میں نے یہ خواب دیکھا۔
خواب۔ میں ایک باغ میں کھڑا ہوں۔ باغ کچھ ایسا عجیب و غریب ہے کہ
ظاہر میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ باغ میں بے انتہا مخلوق جمع ہے، درختوں میں بے شمار
پھل ہی پھل نظر آ رہے ہیں اور بہت نزدیک نزدیک مگر کسی کو توڑنے کی مجال نہیں۔ باغ
کے اجتماع میں علماء میں سے مجھے حضرت مولانا محمد عمر صاحب اچھروی مولانا محمد عبد الغفور تھڑی

مولانا محمد شریف صاحب نوری قصوری۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب اوران سب کے درمیان حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کھڑے نظر آئے۔

اچانک ایک منور درختال تخت آسمانوں سے
نزلِ تخت :- اس باغ میں اترتا ہوا نظر آیا۔ تخت پر ایک نورانی

بزرگ تشریف فرما ہیں اور ان کی دونوں جانب چار اور حضرات بھی ہیں۔ مجمع نے تخت آتا دیکھ کر یا محمد یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پکارنا شروع کر دیا۔ میں نے ایک قریب کھڑے صاحب سے پوچھا یہ کون شخصیتیں ہیں تو اس نے بتایا نادان مجھے معلوم نہیں کہ غریبوں کے والی یتیموں کے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ دوسرے چار حضرات حضور کے چاروں یار و خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ جب میں نے ایک گروہ بزرگان کی بابت استفسار کیا۔ تو اس نے بتایا کہ یہ اولیاء اللہ اقطاب ابدال حضرات کا اجتماع ہے، اور درمیان میں حضرت غوث الاعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تشریف فرما ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے بعد اس باغ میں ہر جانب ایسا نورانی نور نظر آنے لگا۔ جس کے بیان کرنے سے میں عاجز ہوں۔ میں نے اس نور میں ایسے پندے بھی دیکھے جو زمین و آسمان کے درمیان بغیر سہارا کے موجود ہیں اور حرکت بھی نہیں کر رہے۔ جملہ حاضرین بھی کھڑے ہیں۔ کوئی بھی بیٹھا ہوا نہیں۔

استقبال و قدمبوسی :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری پر

مولانا نورانی اور دیگر علماء کرام استقبال اور قدمبوسی کے لئے بڑھتے نظر آئے اس دوران نورانی میاں کا غماہ سر سے گر گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اٹھا کر دوبارہ ان کے سر پر رکھ دیا۔ اور اپنے دست مبارک سے ان کو شاباش دی۔

اور علماء سے فرمایا مجاہد و کھڑے ہو جاؤ۔ پھر مجمع کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ یہ میری اُمت کے مجاہد ہیں جن کے متعلق میں نے فرمایا کہ وہ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ پھر آپ کے ارشاد پر حضرت نورانی صاحب نے اس اجتماع میں تقریر فرمائی دورانِ تقریر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ”ٹھیک ہے“ ”ٹھیک ہے“ کے جملے بھی ارشاد فرمائے۔ نورانی صاحب نے اپنی تقریر میں ایک جملہ یہ بھی کہا۔ اے میرے آقا کیا آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت ملی ہے۔ اور کیا۔ کوئی اور بھی نبی بن سکتا ہے؟ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فداء الی داعی نے ارشاد فرمایا۔

”نہیں جو میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر اور جھوٹا ہے“
نورانی صاحب نے عرض کیا ہم اسی لئے ایسے لوگوں کی علیحدگی و اقلیت قرار دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ نورانی صاحب نے آخر میں کہا یہ میرے وہ آقا ہیں کہ جب مدینہ منورہ جلوہ گر ہوئے تو اہل مدینہ نے اس طرح خیر مقدم کیا۔

طلع البدر علینا من ثنایات الوداعی
وجب الشکر علینا مادعی بلہ داعی

مجدد مآثرہ حاضرہ :- ان کی تقریر کے بعد حضور نبی اکرم نوربسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ٹخیف سے بدن نگر بڑی پیاری سی شکل کے ایک بزرگ کی طرٹ اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا۔ یہ اسحاق رضا خاں بریلوی ہیں جو چودھویں صدی میں میری اُمت کے مجدد ہیں اور انھوں نے ہماری شان میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ایک عربی نعت شریف پڑھی۔
بعد ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پر مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب نے

یہ نعت شریف سنائی۔

”گھٹاؤ اٹک برساؤ مدینہ یاد آیا ہے“

”سماں سادون کا دکھلاؤ مدینہ یاد آیا ہے“

اس کے بعد حضرت نوزانی صاحب نے سلام پڑھایا اور چند اشعار علی حضرت فاضل بریلوی علیہ رحمۃ نے پڑھے۔ بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشارہ فرماتے پر مولانا شاہ احمد نوزانی نے سرکار کے وسیلہ سے دعا کی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تسم فرماتے رہے۔ اس کے بعد وہ نوزانی تخت اور نظارہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

اور فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ تو میں نے اٹھ کر وضو کیا۔ اور بارگاہِ الہی میں سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے اٹھ نوافل ادا کئے اور پھر بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد فجر کی اذانیں شروع ہو گئیں۔

میں نے اپنی طرف سے اس منظر مبارک کو صحیح الفاظ کے ساتھ صحیح طور پر بیان کرنے کی پوری کوشش کی ہے، اگر پھر بھی کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو مولیٰ تعالیٰ معاف فرمائے۔
فاطمہ رحمۃ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

حرف آخر :- نوزانی خواب پر مولانا نوزانی کا تذکرہ اختتام پذیر ہے اس تذکرہ کی تکمیل کے لئے فوج میں سستی بریلوی مدارس کی منظوری کا ذکر بھی ضروری ہے جس کے لئے اگرچہ ایک عرصہ سے مختلف حضرات کی طرف سے کوشش جاری تھی لیکن مولانا نوزانی کی مزید کوشش سے اس کی دور قیادت میں یہ اہم کام سر انجام پایا۔ اور بفضلہ تعالیٰ یہ ایک سرکاری حکمت نامہ میں کہیں سستی کی منظوری کا اعلان ہوا۔ الغرض اس تذکرہ سے مولانا موصوف کی مقبولیت اور اہل سنت کی سیاسی قیادت کی اہمیت واضح ہے اور اللہ جسے چاہے، جو چاہے توفیق عطا فرمائے۔

چند تاثرات پیغامِ ہدایت

عاشقِ مدینہ مولانا علامہ محمد احسان الحق صاحب لائل پور —

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ؛ کتاب "شاہ احمد نورانی" موصول ہوئی۔ بعض مقامات دیکھے گئے۔ حضرت نورانی صاحب کی خوبیوں کا جب بیگانے اعتراف کر رہے ہیں۔ تو اپنوں کو اس سلسلہ میں غفلت سے کام لینا کس قدر نامناسب ہے۔ آپ کی ان تالیف کو فقیر نے بہت ہی پسند کیا ہے۔

شاعرِ اہل سنت ملّا رح حبیب سید اختر الحامدی حیدر آباد —

سلام مسنون۔ حضرت مولانا ابوداؤد حاجی صاحب مدظلہ کو مبارکباد دیجئے کہ انھوں نے حضرت مجاہد اسلام نورانی میاں کے حالاتِ قلم بند فرما کر قوم پر احسان فرمایا ہے۔ یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے حضرت حاجی صاحب کا۔ ہمارے بکثرت اکابرین اب تک اسی وجہ سے "گوشہ و گمنامی" میں گم ہیں۔ کہ اہل قلم نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔ حضرت علامہ ابوداؤد صاحب نے یہ خدمت انجام دے کر حضرت نورانی میاں کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

(جزاہم اللہ احسن الجزاء)

ناظم اعلیٰ جماعت ضلّہ مصطفیٰ اچینیوٹ —

"سلام مسنون"۔ کتاب "شاہ احمد نورانی" علی اور سطرِ محبت سے ایک ہی نظر

میں مطالعہ کر لیا۔ آپ نے یہ کتاب تحریر فرما کر ایک تاریخی دستاویز مرتب فرمادی ہے۔ اور ساتھ ہی مسلکِ حق اہلِ ملت کی ترجمانی اس خوبی سے کی ہے۔ کہ کتاب کو بار بار مطالعہ کرنے کا شوق بڑھتا ہے۔ مولانا نوزانی کی اسمبلی میں مجاہدانہ کارکردگی کا نقشہ دکھا کر عوام کو ایک دعائیہ سیر کرا دی ہے۔ اور سُنّیوں کو احساسِ کمتری کے گڑھے سے نکال کر ان میں احساسِ برتری بیدار کر دیا ہے۔ آخر میں، میں یہ خدمت سرانجام دینے پر آپ کی خدمت میں پُر خلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

ڈاکٹر الحق احمد نوزانہ ایمر ایم بی بی ایس بہاولپور

اَسْلَامُ عَلَیْکُمْ۔ آپ کا تحریر کردہ کتابچہ ”شاہ احمد نوزانی“ نظر سے گذرا۔ جس سے آپ کی حقیقت پسندی کا بہت فائل ہوا ہوں۔ آپ اور بعض دیگر علماء اہل سنت اپنی جماعت کی پیس اور صحافت کی کمی کو اپنے جرائد و مطبوعات سے پورا کر رہے ہیں۔ گویا یہ ہمارے ہاتھوں میں فرقہ دارانہ جماعتوں کا توڑ ہے اور ان کا غلط پرانہ سگنڈا بہت حد تک کنٹرول کر لیا گیا ہے۔

مولانا محمد حسن علی صاحب سیسی

سلام مسنون۔ کتاب ”شاہ احمد نوزانی“ دیکھ کر بعض مفید اور اچھی باتیں معلوم ہوئیں۔ بالخصوص ان کی ہندی نسبتوں کی وضاحت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر استقامت و پابندی کی طرف ترجیح دلانا بہت پسند آیا ہے۔ اور یہ بہت بہتر ہوا۔

جناب محمد صادق صاحب قصوی حسین خاں والا بھٹاڑ

سلام سنون! کتاب شاہ احمد نورانی "کائناتیکل بہت خوبصورت اور عذب
نظر ہے۔ سرِ درق پر جمعیت کا پرچم چھاپ کر آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔
عام کتاب نورانی میاں کی محرکہ آرائی و باطل سوزی پر مشتمل ہے۔

مولانا محمد حنیف صاحب اختر خانوال

السلام علیکم۔ کتاب "شاہ احمد نورانی" کی اشاعت سے ایک بڑی تمنا
بری ہو گئی ہے۔ اس کتاب کا واقعی جواب نہیں۔ اہل سنت کے عظیم سیاسی
اند کی زندگی کی مکمل طور پر عکاسی کی گئی ہے اور کتاب کو قابل قدر بنانے میں
بی وقتیتہ فروگزاشت نہیں کیا گیا۔ آپ جملہ احباب اہل سنت کی جانب سے
یہ تبریک کے مستحق ہیں۔ (جزاکم اللہ خیر الجزاء)

مولانا محمد عبدالغفور صاحب کمالیہ

السلام علیکم۔ کتاب احمد شاہ نورانی "نظر سے گزری۔
صلیہ تعالیٰ بہت اہم تاریخی دستاویز ہے۔ اہل سنت کی سیاسی تنظیم کے
براہ کی بجاہداندستان کا منظر عام پر لانا وقت کا اہم تقاضا تھا۔ جسے آپ
بوجہ احسن پورا فرما کر اہل سنت کو دعوتِ فکر دی ہے۔
ح: اللہ کرے نورِ قلم اور زیادہ۔

مصنف کی دیگر تصانیف

نورانی حقائق :- میلاد شریف کا نورانی جامع بیان رلائل جواز
اعتراضات کے جوابات صفحات ۲۲۰ ہدیہ قسم اول ۳ روپے
قسم دوم ۲ روپے ۲۵ پیسے

روحانی حقائق :- ذکر الہی و نعت مصطفائی مسائل تصوف اور
وظائف و اوراد کا مجموعہ مبارکہ صفحات ۷۷ ہدیہ ایک روپیہ -

دیوبندی حقائق :- کتاب کا مضمون نام ہی سے ظاہر ہے -
دیوبندی مکتب فکر کو سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ ضرور فرمائیں صفحات ۱۱۲
قیمت ایک روپیہ

بہار عقیدت :- مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام پر حضرت اختر الہادی
کی مشہور و مکمل تفسیر صفحات ۳۲ ہدیہ ۳۰ پیسے - ڈاک خرچ ۱۰ پیسے -
الوارِ عقیدت :- صبح طیبہ میں ہولی بٹا ہے باڑا نور کا اس قصیدہ نور پر
حضرت اختر الہادی کی مکمل نورانی تفسیر صفحات ۴۸ ہدیہ پچاس پیسے ڈاک خرچ ۱۰ پیسے -

ملنے کا پتہ :- مکتبہ رضا مصطفیٰ کو جرائد

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	انتساب	۲	۱۷	حق گوئی و بیباکی	۲۷
۲	نظم	۳	۱۸	بھٹو اور نوزانی	۳۲
۳	تمہید	۵	۱۹	یحییٰ خاں سے گفتگو	۳۳
۴	وجہ تالیف	۶	۲۰	تبلیغی اثرات	۴۵
۵	والد بزرگوار	۹	۲۱	قلمی مساعی	۴۶
۶	فرزند ارجمند	۱۱	۲۲	خدا م الدین کا اعتراض	۴۷
۷	حج و خلافت	۱۲	۲۳	رق و قادیانیت کی دستاویز	۴۹
۸	بیرونی دورے	۱۳	۲۴	ریڈیو ٹی وی تاریخی خطاب	۵۵
۹	اندرون پاکستان	۱۵	۲۵	ریڈیو ٹی وی دلچسپ مناظرہ	۸۴
۱۰	قائد ہمارا چھا گیا	۱۷	۲۶	منظور شدہ تراجم	۱۲۰
۱۱	دوسروں کی نظر میں	۱۹	۲۷	اسمبلی میں معرکہ آرائی	۱۲۳
۱۲	عہد رفتہ	۲۱	۲۸	دولہ انگیز بیانات	۱۳۰
۱۳	وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ	۲۲	۲۹	چند صحافی تاثرات	۱۴۰
۱۴	رفتہ و کار	۲۳	۳۰	نورانی خواب	۱۵۱
۱۵	مخالفت کا طوفان	۲۴	۳۱	چند تاثرات پیناٹاٹینٹ	۱۵۵
۱۶	اپنوں کی نافرمانی	۲۵			

بار دوم شوال الحکم ۱۳۹۳ھ قیاد ۱۱۰۰ - مطبعہ: الکتاب پرنٹرز لاہور

مساجد و مکانات در کائنات کی زینت موجب خیر و برکت اور تبلیغ و اشاعت کا عمدہ واسطہ ہے

مقبول عام مدلل و مفصل تبلیغی اشتہارات

- جواب تک ۴۴ ہزار کے تعداد میں چھپ چکے ہیں
اور تقریباً ہر اشتہار متعدد مرتبہ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوا ہے۔
(انہا افادات مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب خطیب نے مینۃ المساجد کو حرا نوالہ)
- ۱۔ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز ہونے کا بیان۔
 - ۲۔ دربارہ عید و رمضان ریڈیو کا اعلان نامعتبر ہونے کا بیان۔
 - ۳۔ اذان و نماز کے دائمی اوقات کا بیان۔
 - ۴۔ احادیث نبویہ کی روشنی میں اسلامی معاشرت کا بیان۔
 - ۵۔ نبی پاک کے علم غیب شریف کا بیان۔
 - ۶۔ موجودہ جرائم کے ہولناک انجام کا بیان۔
 - ۷۔ باطنی عیوب و روحانی امراض کی اصلاح کا بیان۔
 - ۸۔ بعد نماز بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا بیان۔
 - ۹۔ رسول پاک کے حاضر و ناظر ہونے کا بیان۔
 - ۱۰۔ نبی محترم کی نورانیت کا نورانی بیان۔ (۱۱)۔ پیارے نبی کی پیاری دعاؤں کا بیان۔ ۱۲۔ احمد مختار کے اختیارات و انعامات کا بیان ● ہدیہ فی اشتہار ۳ پیسے محصول ڈاک و نقل پیسے ملنے کا پتہ: مکملہ ضائع مصطفیٰ کو حرا نوالہ

(ص: ۱۱۱ علیہ السلام)

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کو جرائد والہ

اہل سنت کا مشہور و مقبول ماہنامہ عرصہ مولد سال سے شائد اہل
دینی تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے۔

درس قرآن و حدیث شرعی مسائل۔ تذکرہ اہل اہل اور
حالات حاضرہ پر مبنی مضامین



سالانہ چندہ پانچ روپے

ملنے کا پتہ: ماہنامہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام کو جرائد والہ

مقیاس پریس ۴۰ دربار مارکیٹ، لاہور